﴿ وَلَأٓمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ ٱللَّهِۚ وَمَن يَتَّخِذِ ٱلشَّيۡطَٰنَ وَلِيّٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانٗا مُّبِينٗا ﴾
[النساء: ۱۱۹]
ڈاڑھی
اسلامی فریضہ اور مرد مومن کا شعار
تالیف
ابو عبد اللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی
صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

«خَالِفُوا المُشْرِكِينَ: وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ»

(بخاری)

اسلامی فریضہ اور مرد مومن کا شعار

تالیف:

ابو عبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

نام کتاب	:	داڑھی-اسلامی فریضہ اور مرد مومن کا شعار
مؤلف	:	ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی
سنہ اشاعت	:	شعبان 1435ھ - جون 2014ء
ایڈیشن	:	اول
تعداد	:	پانچ ہزار
صفحات	:	184
ناشر	:	صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی۔

ملنے کے پتے:

- دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی: ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی-۷۰ ٹیلیفون: 022-26520077
- مسجد دارالتوحید: چودھری کمپاؤنڈ، واونجہ پالا روڈ، واونجہ، تعلقہ پنویل، ضلع رائے گڈھ-۴۱۰۲۰۸ فون: 9773026335
- مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ، بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینہ اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع رتنا گری-۴۱۵۷۰۹، فون: 02356-264455
- جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ، بھیونڈی: 226526 / 225071

فہرست مضامین

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الكريم، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

اسلامی تعلیمات کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ ایمان وعقیدہ اور اعمال قلوب کا اثر اعمال ظاہری پر، اسی طرح ظاہری کاموں کا اثر اعتقادات اور باطن پر بھی پڑتا ہے۔ اس کی دلیلیں کتاب وسنت میں بکثرت موجود ہیں؛ ایمانی قوت اور نظریاتی طاقتوں سے انسانی بڑے بڑے انقلابی اور قربانیوں کے کام انجام دیتا ہے، اسی طرح اعمال ظاہری سے ایمان میں بڑھوتری ہوتی ہے۔

ارشاد نبوی ہے: ''**إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَخْلَقُ فِي جَوْفِ أَحَدِكُمْ كَمَا يَخْلَقُ الثَّوْبُ، فَاتْلُوا الْقُرْآنَ يُجَدِّدُ الْإِيمَانَ فِي قُلُوبِكُمْ**''[1]۔

جبکہ غیر مسنون اور غیر اسلامی طریقوں پر چلنے سے اس کے بدترین معنوی انجام مرتب ہوتے ہیں، نصوص میں صراحت ملتی ہے کہ برائیوں سے دل پر سیاہ نکتے پڑتے ہیں اور اعمال صالحہ سے وہ نکتے زائل ہوتے ہیں، ارشاد نبوی ہے:

''**إِنَّ العَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيئَةً نُكِتَتْ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ سُقِلَ قَلْبُهُ، وَإِنْ عَادَ زِيدَ فِيهَا حَتَّى تَعْلُوَ قَلْبَهُ، وَهُوَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللَّهُ**'' ﴿كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾﴾ [المطففين:14][2]۔

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی (13/ 36، حدیث 84)، والمستدرک للحاکم (1/ 45، حدیث 5)۔ علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (4/ 113، حدیث 1585) وصحیح الجامع (1/ 330، حدیث 1590)۔

(۲) سنن الترمذی (5/ 434، حدیث 3334)، وسنن ابن ماجہ (2/ 1418 حدیث 4244)، ومسند احمد طبعۃ الرسالۃ (13/ 333، حدیث 7952)۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ (1/ 342، حدیث 1670)، وصحیح الترغیب والترہیب (2/ 323، حدیث 2469)۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صفوں کو درست رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دے گا جیسا کہ ارشاد ہے: ''أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ (ثَلاثًا) واللَّهِ لَتُقِيمُنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ قُلُوبِكُم''(۱)۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تعویذ وغنڈہ لٹکانے والوں کا ایمان اسی سے وابستہ ہو جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ''(۲)۔

اس طرح کی ڈھیر ساری دلیلوں کے ہوتے ہوئے بھی بہت سے لوگ ظاہری اعمال کو چھلکوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور باطنی اعمال کو مغز قرار دیتے ہیں!! عموماً اس سے مقصد ظاہری اعمال وشعائر کی اہمیت گھٹانا اور ان کا استخفاف کرنا ہوتا ہے۔

ایسی ذہنیت کے حاملین کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے، کیا ان کی سمجھ میں یہ بات بھی نہیں آتی کہ مغز کی حفاظت اس کے اوپر کے مضبوط اور محافظ چھلکے پر موقوف ہے!

اسی لئے سلف میں اعمال ظاہری وباطنی کی کوئی تقسیم نظر نہیں آتی۔

اللهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه۔

''داڑھی'' اسلامی فریضہ اور مرد مومن کا شعار کے عنوان سے یہ وقیع علمی دستاویز جو آپ کے ہاتھ میں ہے اس کا بھی ایک پس منظر ہے، چند ماہ قبل جماعت کے ایک اہم حلقہ ڈیسوزا نگر ممبئی میں ایک جماعتی وفد کے ساتھ کسی اہم کام سے حاضر تھا، وہاں کے بعض غیور بھائیوں نے داڑھی کا مسئلہ اٹھایا جو خود بحمد اللہ داڑھی کا بھرپور اہتمام کرتے ہیں ان کا کہنا یہی تھا کہ بہت سے احباب حتی کہ

---

(۱) سنن أبي داود (1/178، حديث 662)، ومسند أحمد (30/378، حديث 18430)۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح ابوداود (3/236 حدیث 668)، نیز دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (1/71، حدیث 32)، وصحیح الجامع الصغیر (1/261، حدیث 1191)۔

(۲) سنن الترمذي (4/403، حديث 2072)، ومسند أحمد (31/81، حديث 18786)، و (31/77، حديث 18781)۔ اسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب (3/192، حدیث، 3456)، وغایۃ المرام فی تخریج أحادیث الحلال والحرام (ص:181، حدیث 297)۔

جماعت کے کچھ خاص علماء بھی داڑھی کو ضروری نہیں سمجھتے' بلکہ ایک نفلی سنت جانتے ہیں اور سنتیں واجب نہیں ہوتی ہیں! اس طرح کی بحثیں وہاں چلتی رہیں، ان کا کہنا تھا کہ اگر داڑھی اسلام میں ضروری ہے اور سنت واجبہ ہے تو صوبائی جمعیت اہل حدیث اس پر کوئی کتاب تیار کر کے شائع کرے تا کہ غلط فہمیاں ختم ہوں۔ اسی موقع پر شیخ عنایت اللہ مدنی سے درخواست کی گئی کہ آپ ایک علمی، اصولی اور مستند کتاب اس موضوع پر جلد از جلد تیار کر دیں تا کہ اسے بڑی تعداد میں شائع کیا جائے۔ بہر کیف وقت تو زیادہ لگا، اور ہر علمی کام میں وقت لگتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ شیخ عنایت اللہ مدنی کو جزائے خیر دے اور ان کی علمی وقلمی صلاحیتوں میں مزید برکت دے، آپ نے داڑھی کی فرضیت پر نہایت قیمتی، مفید اور مستند چیز تیار کی ہے۔ یہ کتاب ان شاء اللہ علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور خواص وعوام کے لئے یکساں مفید ہوگی۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی جماعت کا ایک اہم پلیٹ فارم ہے اس کے شعبۂ نشر واشاعت سے کئی اہم علمی وتربیتی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جو کافی مفید ومقبول ہیں۔ یہ کتاب بھی ان شاء اللہ قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائے گی اور ایک بڑا طبقہ استفادہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اہل ڈیسوزا نگر کو اُن کی اس تحریک پر' اور جن لوگوں نے بھی اس کی اشاعت میں حصہ لیا ہے، اللہ تعالیٰ سب کی کوششوں کو قبول فرمائے، آمین۔

اخیر میں مؤلف عزیز کے لئے مزید اللہ کی توفیق ونصرت کی دعا کے ساتھ' اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو، آمین۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وبارک وسلم۔

عبد السلام سلفی
(امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)
28/06/2014ء

مُقَدّمَہ

رب العالمین علیم وحکیم اور خبیر وبصیر نے اسلام کو ایک ایسی کامل واکمل شریعت بنایا ہے، جس میں کمال وشمول اور جامعیت کی ایسی بے پایاں خوبیاں پنہاں ہیں جن کے ادراک سے مخلوقات کی صلاحیتیں عاجز ودرماندہ ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مخلوقات اور ان کے تنوع اجناس کے اعتبار سے انہیں اپنی خاص طبیعت، مزاج، شکل وصورت، حلیہ، وضع قطع، لباس اور خصائص وامتیازات سے نوازا ہے، جن کے ذریعہ وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں، اور اللہ کی عطا کردہ یہ خصوصیتیں جہاں ایک طرف ان کے لئے عزوشرف، بلندی، اور امتیاز واختصاص کا سبب ہیں، وہیں ان کی طبیعتوں کے لئے نہایت موزوں اور مناسب بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نوع انسان کی خصوصی تکریم کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيٓ ءَادَمَ ﴾ [الاسراء:۷۰]۔

یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی۔

اس تکریم کا ایک نہایت بنیادی پہلو انسانی جنسوں کی شکل وصورت اور حلیہ کی ساخت اور حسن تقویم بھی ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ لَقَدۡ خَلَقۡنَا ٱلۡإِنسَٰنَ فِيٓ أَحۡسَنِ تَقۡوِيمٖ ﴿٤﴾ ﴾ [التین:۴]۔

یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”أَنَّهُ تَعَالَى خَلَقَ الإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ وَشَكْلٍ مُنْتَصِبَ الْقَامَةِ، سَوِيّ الْأَعْضَاءِ حَسَنَهَا“ [1]۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر تحقیق سامی سلامۃ (435/8)۔

اللہ نے انسان کو حسین ترین شکل وصورت، کھڑی قامت اور عمدہ متناسب اعضاء میں پیدا فرمایا ہے۔

اور علامہ شنقیطی اضواء البیان میں لکھتے ہیں:

''وَأَحْسَنُ تَقْوِيمٍ شَامِلٌ لِخَلْقِ الْإِنْسَانِ حِسًّا وَمَعْنًى أَيْ شَكْلًا وَصُورَةً وَإِنْسَانِيَّةً''(۱)۔

احسن تقویم انسان کی حسی ومعنوی ساخت یعنی شکل وصورت اور انسانیت سب کو شامل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملت اسلامیہ کے افراد مرد وخواتین کو فطرت کی سنتوں اور خلقت وآفرینش کے طبعی نظام کے التزام کی تاکید فرمائی ہے جو زمان ومکان کی قید کے بغیر ہر دور میں انبیاء ورسل علیہم السلام کی زندگیوں کا حصہ رہی ہیں اور انہیں ظاہری ومعنوی حسن وجمال، وضع قطع، حلیہ ومظہر اور شکل وصورت کے اس اعلیٰ امتیاز واختصاص اور معیار پر فائز فرمایا ہے جو دین اسلام کی جامعیت اور کمال وشمول کا عدیم المثال شاہکار ہے۔

اس سلسلہ میں کتاب اللہ اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت وسیرت سے جو ہدایات امت کو ملی ہیں وہ امت کے مرد وعورت دونوں جنسوں کے لئے نہایت موزوں اور متناسب ہیں' چنانچہ مردوں کو جو خصوصیات عطا کی گئی ہیں وہ مرد کی مردانگی، ذکوریت' رجولت، قوت وشہامت، ہیبت ووقار اور قوامیت کی آئینہ دار ہیں' جبکہ عورتوں کو جن امتیازات سے آراستہ کیا گیا ہے، اس میں انوثت ونسوانیت، حیاوحشمت، نزاکت وملائمت' تروتازگی ولطافت وغیرہ اوصاف غالب ہیں۔

اس امتیاز کو اپنی انوکھی تعبیر میں بیان کرتے ہوئے علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''خص الذّكر بِأَن جمل وَجهه باللحية وتوابعها وقارا وهيبة لَهُ وجمالا وفصلا لَهُ عَن سنّ الصِّبَا وفرقا بَينه وَبَين الاناث وَبقيت الانثى على حَالهَا لما خلقت لَهُ من استمتاع الذّكر بهَا فبقى وَجههَا على حَاله ونضارته ليَكُون اهيج للرجل

(۱) أضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن (5/9)۔

على الشَّهْوَة وأكمل للذة الِاسْتِمْتَاع فالماء وَاحِد الْجَوْهَر وَاحِد والوعاء وَاحِد واللقاح وَاحِد فَمن الَّذِي اعطى الذّكر الذكورية والانثى الانوثية''(۱)۔

مردکو یہ خصوصیت عطا کی گئی ہے کہ ہیبت ووقار، حسن وجمال اور بچپن کی عمر اور عورتوں سے ممتاز کرنے کے لئے انہیں داڑھی اور اس کے توابع سے نوازا گیا ہے، جبکہ عورت کو اس کی اپنی غرض تخلیق یعنی مرد کے اس سے لطف اندوز ہونے کے مقصد کے پیش نظر اسی حالت پر باقی رکھا گیا ہے، چنانچہ اس کا چہرہ اپنی تر وتازگی اور ملائمت کی حالت پر اس لئے باقی رہا تا کہ مرد کے لئے زیادہ شہوت انگیز اور استمتاع کی لذت میں خوب تر ہو، تو جب پانی ایک ہے، جوہر ایک ہے، برتن ایک ہے اور مادہ ایک ہے تو کون ہے جس نے مرد کو مردانگی اور عورت کو نسوانیت عطا کیا ہے۔

بنا بریں اگر خواہی نہ خواہی مردوں کی خصوصیات عورتیں یا عورتوں کی خصوصیات مرد اپنانے لگیں تو یہ دراصل فطرت سے تصادم ہوگا اور نظام آفرینش درہم برہم ہو کر رہ جائے گا، اور نظام فطرت کی خلاف ورزی کا انجام اللہ کی لعنت اور دھتکار ہے۔

چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ المُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ'' (۲)۔

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔

نظام فطرت کی خلاف ورزی سے دوسری قباحت یہ لازم آتی ہے کہ اسلامی تشخص و امتیاز غیر اسلامی ملتوں کی تہذیب و روایت اور طور طریقہ سے مشتبہ ہو کر رہ جاتا ہے، جبکہ یہ تباین

---

(۱) مفتاح دار السعادۃ (1/258)۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء والمتشبھات بالرجال (7/159، حدیث 5885)۔

شریعت اسلامیہ کا امتیاز اور ایک عظیم الشان قاعدہ ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جَاءَت الشَّرِيعَة بِالْمَنْعِ من التَّشَبُّه بالكفار ... وَنهى عَن التَّشَبُّه بالكفار فِي زيهم وَكَلَامهم وهديهم" (۱)۔

شریعت کفار کی مشابہت سے ممانعت لے کر آئی ہے ...اور رہن سہن، گفتگو اور طور طریقہ میں کفار کی مشابہت سے منع کیا ہے۔

شریعت اسلامیہ میں یہ دونوں پہلو نہایت اہم ہیں' جن کے سلسلہ میں کتاب وسنت اور سیرت سلف میں خاص تاکید اور اہتمام موجود ہے۔

زیر نظر رسالہ "داڑھی - اسلامی فریضہ اور مرد مومن کا شعار" میں ایک مرد مومن کی مردانگی اور قوت وشہامت کی نہایت جلی اور ظاہری علامت "داڑھی" کے سلسلہ میں کتاب وسنت اور سیرت سلف کے دلائل نیز اہل علم کے فرمودات جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ ایک طالبعلمانہ کاوش ہے، اس میں جو حق اور درست ہے اللہ ذو الکرم کی جانب سے ہے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ میری اور شیطان کی جانب سے ہے، میں اس کے لئے اللہ سے معافی کا خواستگار ہوں۔

رسالہ کے مشمولات کو دس فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے' جس میں داڑھی کا معنیٰ ومفہوم، کتاب وسنت، سیرت سلف اور اہل علم کے اقوال کی روشنی میں اس کی فرضیت' مونڈنے اور کاٹنے کترنے کی حرمت اور دیگر قباحتیں وغیرہ بیان کی گئی ہیں، نیز داڑھی سے متعلق متعدد شبہات، اشکالات اور غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے، اسی طرح داڑھی سے متعلق مرجوح مواقف کا جائزہ لیا گیا ہے، نیز اہل علم کے مستند فتاوے نقل کئے گئے ہیں، نیز داڑھی اور مونچھ وغیرہ سے متعلق بعض دیگر احکام بھی بیان کئے گئے ہیں اور پھر اخیر میں داڑھی سے متعلق بعض ضعیف وموضوع روایات کی نکارت کا

(۱) الفروسیۃ لابن القیم (ص:122)۔ مزید دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ۔

حوالہ دیکر رسالہ کا اختتام کیا گیا ہے۔

اس رسالہ کی تحریر وطباعت پر میں سب سے پہلے اللہ عز وجل کا شکر گزار ہوں جس نے اپنی رحمتوں سے اس کی توفیق بخشی، فللہ الحمد والمنۃ، بعدہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ کا تہہ دل سے سپاس گزار ہوں جن کی خصوصی فکرمندی، غیرت، دلچسپی، توجیہ وتذکیر اور حوصلہ افزائی سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا، دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا وعقبیٰ میں اس کا عظیم صلہ عطا فرمائے، اور منہج سلف کے تئیں آپ کی مساعی کو قبول فرمائے، آمین۔

رسالہ کی طباعت حسب معمول شعبۂ نشر واشاعت صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی سے ہوئی ہے جو اپنے گوناگوں علمی دعوتی واشاعتی مشن کے لئے معروف ہے، اور اللہ سے مزید توفیق کی خواستگار ہے۔

اس عظیم توفیق پر میں اللہ تعالیٰ کا بیحد شکر گزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ اس رسالہ کو عوام وخواص کے لئے نفع بخش بنائے اور ''داڑھی'' جیسے جلی اسلامی فریضہ اور ایمانی شعار کو مسلمانوں میں زندہ اور بلند کرنے کا ذریعہ بنائے، کیونکہ اسلام دشمن سازشوں اور مغربی وسوسوں کے نتیجہ میں نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ عوام تو عوام علماء اور طلبہ کا بھی ایک معتد بہ طبقہ اسے اپنے چہروں پر سجانے کے لئے آمادہ نہیں!! نیز شکوک وشبہات کا ازالہ فرما کر مسلم نوجوانوں کو خنوثت ونسوانیت سے تائب ہوکر رجولت وشہامت اور مردانہ ہیبت ووقار کی زندگی جینے کی توفیق بخشے، آمین۔

اخیر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے والدین بزرگوار پر رحم فرمائے اور اس رسالہ کو اُن کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، اسی طرح صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ذمہ داران بالخصوص اس کے امیر محترم شیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ کو اس کوشش پر جزائے خیر سے نوازے، آمین۔

ممبئی، الہند:
23 / جون 2014ء

خادم کتاب وسنت
ابوعبد اللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی
(شعبۂ نشر واشاعت، صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)
(inayatullahmadani@yahoo.com)

پہلی فصل:

داڑھی کی تعریف اور اس کے حدود

اردو وہندی زبان میں مستعمل لفظ ''داڑھی/ ڈاڑھی'' ٹھوڑی سمیت دونوں رخساروں پر اگنے والے بالوں کو کہا جاتا ہے، جسے فارسی زبان میں ''ریش'' کہتے ہیں [۱]۔

اس کے لئے عربی زبان میں مشہور لفظ ''اللحية'' کا استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ کتاب اللہ، سنت رسول، آثار سلف اور زبان عرب میں وارد ہوا ہے، جبکہ بعض جگہوں پر دوسرا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے، جیسے: لفظ ''عُثْنون'' جیسا کہ مسند احمد، معجم کبیر طبرانی وغیرہ کی روایت میں موجود ہے:

''...فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّونَ عَثَانِينَهُمْ وَيُوَفِّرُونَ سِبَالَهُمْ. قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "قُصُّوا سِبَالَكُمْ وَوَفِّرُوا عَثَانِينَكُمْ وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ'' [۲]۔

ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ اہل کتاب اپنی داڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اہل کتاب کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی مونچھیں کٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

---

(۱) دیکھئے: تاج العروس من جواہر القاموس للزبیدی، 173/27 وجامع فیروز اللغات اردو، ص389۔

(۲) مسند احمد ایڈیشن مؤسسة الرسالة 36 / 613، حدیث 22283، مسند کے محققین نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، والمعجم الکبیر للطبرانی، 8 / 282، حدیث 7924، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے السلسلة الصحیحة، 3 / 249، حدیث 1245 میں اور صحیح الجامع، حدیث 7114 میں حسن قرار دیا ہے۔

حدیث میں ''عثانین'' عُثْنُون کی جمع ہے جس کے معنیٰ داڑھی کے ہیں [1]۔

اسی طرح یمنی زبان میں داڑھی کے لئے ''الزُّب'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے، چنانچہ ابن درید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''والزُّبُّ: اللِّحية، لغةٌ يمانية'' [2]۔

ذیل میں اس مشہور لفظ ''اللحية'' (داڑھی) کا لغوی اور شرعی اطلاق ملاحظہ فرمائیں۔

داڑھی کا لغوی مفہوم:

علماء لغت عرب نے داڑھی کی مختلف تعریفیں کی ہیں جن سے داڑھی کے حدود اور زاویوں کی وضاحت ہوتی ہے:

علامہ فیروز آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللِّحْيَةُ بالكسر: شَعرُ الخَدَّيْنِ والذَّقَنِ ج : لِحى ولُحًى'' [3]۔

اللحية، لام کے کسرہ کے ساتھ (داڑھی) دونوں رخساروں اور ٹھوڑی کے بالوں کو کہتے ہیں، جس کی جمع ''لِحى'' اور ''لُحى'' آتی ہے۔

علامہ احمد فیومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللِّحْيَةُ: الشعر النازل على الذقن والجمع (لحِىً) مثل: سدرة وسدر وتضمّ اللام أيضا مثل حليةٍ وحُلًى'' [4]۔

داڑھی: ٹھوڑی پر اترنے والے بال کا نام ہے، جس کی جمع ''لحی'' آتی ہے، جیسے

---

(۱) دیکھئے: النھایۃ فی غریب الحدیث لابن الاثیر الجزری، 3 / 183، نیز دیکھئے: تاج العروس من جواہر القاموس 35 / 375، والسلسلۃ الصحیحۃ، حدیث 1245، ومسند احمد طبع الرسالہ، 36 / 613، حدیث 22283۔

(۲) دیکھئے: الاشتقاق لابی بکر محمد بن الحسن بن درید 1 / 205، ولسان العرب، 3/1802۔

(۳) القاموس المحیط 4 / 377۔

(۴) المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر للفیومی (2 / 756۔

’’سدرة‘‘ کی جمع ’’سِدَر ‘‘ آتی ہے، اور لام پر پیش بھی پڑھا جاتا ہے، جیسے ’’حلية‘‘ کی جمع ’’حُلی ‘‘ آتی ہے۔

علامہ زبیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اللّحْيَةُ، بالكسْرِ، هذا هو المَشْهورُ المَعْروفُ .... شَعرُ الخَدَّيْنِ والذقْن‘‘ (۱)۔

اللحية، کسرہ کے ساتھ ہی مشہور ومعروف ہے۔۔۔(یعنی داڑھی) رخساروں اور ٹھوڑی کے بال کو کہتے ہیں۔

علامہ ابن سیدہ فرماتے ہیں:

’’اللِّحية: اسم يجمع من الشعر ما نبت على الخدّين والذقَن، والجمع لِحًى ولُحًى بالضم مثل ذِرْوةٍ وذُرًى‘‘(۲)۔

داڑھی: رخساروں اور ٹھوڑی پر اگنے والے تمام بالوں کا نام ہے، جس کی جمع ’’لِحی‘‘ آتی ہے، اور پیش کے ساتھ ’’لُحی‘‘ بھی آتی ہے، جیسے ’’ذِروة‘‘ کی جمع ’’ذُری‘‘ آتی ہے۔

علامہ ابن درید فرماتے ہیں:

’’اللِّحْية: اسم يَجْمع ما على الخدّيْنِ والذَّقَن من الشعر‘‘(۳)۔

داڑھی: ایک نام ہے جو دونوں رخساروں اور ٹھوڑی کے تمام بالوں کو شامل ہے۔

علامہ ابو سہل الہروی فرماتے ہیں:

’’(واللحية بكسر اللام) مع التانيث: اسم الشعر الذي ينبت على

---

(۱) تاج العروس من جواہر القاموس للزبیدی (39/442)۔

(۲) لسان العرب لابن منظور الافریقی (5/4016)۔

(۳) المخصص، لابن سیدہ الاندلسی (1/78)۔

اللحيين جميعا (وجمعها) لحى و(لحى) بضم اللام وكسرها ، مع القصر" [۱]۔

اللحية (داڑھی) لام کے کسرہ اور تانیث کے ساتھ، دونوں داڑھوں پر اگنے والے بال کا نام ہے، اور اس کی جمع لام پر ضمہ اور کسرہ کے ساتھ "**لُحی**" اور "**لِحی**" آتی ہے، قصر کے ساتھ (یعنی غیر ممدود)۔

رخسار، ٹھوڑی اور داڑھ کے حدود:

رخسار:

علامہ ابن منظور فرماتے ہیں:

"**الخَدُّ في الوجه، والخدان جانبا الوجه، وهما ما جاوز مؤخر العين إلى منتهى الشدق. وقيل: الخد من الوجه من لدن المحْجِر إِلى اللَّحْي من الجانبين جميعا... وقيل: الخدان اللذان يكتنفان الأَنف عن يمين وشمال**" [۲]۔

رخسار چہرہ میں ہوتا ہے، اور دونوں رخسار چہرے کے دونوں جوانب کو کہا جاتا ہے، اور دونوں رخسار آنکھ کے آخری حصہ سے لیکر منہ کے آخری سرے کے آگے تک کو شامل ہیں، اور یہ بھی تعریف کی گئی ہے کہ رخسار آنکھ کے کنارہ سے لیکر دونوں داڑھوں تک کے حصہ کا نام ہے، نیز یہ بھی تعریف کی گئی ہے چہرہ کے دائیں بائیں جانب سے ناک تک کے حصہ کو رخسار کہا جاتا ہے۔

---

(۱) إسفار الفصيح للهروی، ص680، بتحقیق احمد قشاش، طبع عمادة البحث العلمی، جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ۔

(۲) لسان العرب لابن منظور (2/1108)۔

ٹھوڑی:

علامہ فیروز آبادی فرماتے ہیں:

''الذِّقْنُ: ... مُجْتَمَعُ اللَّحْيَيْنِ من أسْفَلِهما'' [۱]۔

ٹھوڑی: نیچے کی جانب سے دونوں داڑھوں کے سنگم کو کہا جاتا ہے۔

اور علامہ جوہری فرماتے ہیں:

''ذَقَنُ الإنسان مُجْتَمع لَحْيَيْه'' [۲]۔

انسان کی ٹھوڑی اس کے دونوں داڑھوں کا سنگم ہے۔

داڑھ:

علامہ ابن منظور فرماتے ہیں:

''اللِّحْيانِ: حائطا الفم، وهما العظمان اللذان فيهما الأَسنان من داخل الفم من كل ذي لَحْي'' [۳]۔

دونوں داڑھ: منہ کی دونوں دیواروں کو کہا جاتا ہے، یہ وہ دونوں ہڈیاں ہیں جن میں ہر داڑھ والے کو منہ کے اندر سے دانت ہوتے ہیں۔

علمائے لغت عرب کی تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں رخساروں، دونوں داڑھوں اور ٹھوڑی پر اور اس کے نیچے اگنے والے بالوں کا نام داڑھی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن قتیبہ دینوری اپنی طرف منسوب ''کتاب الجراثیم'' میں فرماتے ہیں:

''اللحية: جميع الشعر فما كان من الصّدغ إلى الرّأدِ فهو المسال'' [۴]۔

---

(۱) القاموس المحیط 222/4، نیز دیکھئے: لسان العرب، (3/1506)۔

(۲) لسان العرب لابن منظور (3/1506)۔

(۳) لسان العرب لابن منظور (5/4016)۔

(۴) کتاب الجراثیم المنسوب لابن قتیبہ (179/1)۔

داڑھی: کنپٹی سے لے کر داڑھ کی جڑوں تک کے تمام بالوں کو کہا جاتا ہے، یہی داڑھی کا کنارہ ہے۔

داڑھی کا شرعی مفہوم:

شریعت اسلامیہ میں داڑھی کا مفہوم بھی بعینہ وہی ہے جو زبان عرب میں ہے، علمائے شریعت کے چند فرمودات ملاحظہ فرمائیں:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللحية: بكسر اللام، وجمعها لحى بضم اللام وكسرها وهو أفصح، وهي الشعر النابت على الذقن، قاله المتولي والغزالي في البسيط وغيرهما، وهو ظاهر معروف، لكن يحتاج إلى بيانه بسبب الكلام في العارضين''[(١)]۔

اللحية (داڑھی) لام کے کسرہ کے ساتھ اور اس کی جمع لام کے ضمہ کے ساتھ ''لُحی'' اور کسرہ کے ساتھ ''لِحی'' آتی ہے، اور یہی فصیح ہے۔ داڑھی ٹھوڑی کے بالوں کو کہتے ہیں، جیسا کہ متولی اور غزالی نے (البسیط میں) اور دیگر علماء نے کہا ہے، اور یہی ظاہر اور مشہور بھی ہے، لیکن دونوں رخساروں کے سلسلہ میں کلام ہونے کے سبب وضاحت درکار ہے۔

آگے عارضین (رخساروں) کے بارے میں لکھتے ہیں:

''أما شعر العارضين[(٢)] فهو ما تحت العذار[(٣)] ... وفيه وجهان: الصحيح الذى قطع به الجمهور أن له حكم اللحية''[(٤)]۔

---

(١) المجموع شرح المہذب (1/374)۔

(٢) عارضین دونوں رخساروں، یا داڑھی کے دونوں جوانب یا چہرے کے دونوں طرف یا منہ کے دونوں شقوں کو کہا جاتا ہے، دیکھئے: لسان العرب، لابن منظور (4/2893)۔

(٣) عذار: داڑھی کے جوانب کو کہا جاتا ہے، دیکھئے: لسان العرب، لابن منظور (4/2857)۔

(٤) المجموع شرح المہذب (1/378)۔

رہا دونوں رخساروں کے بال کا مسئلہ تو وہ کنپٹی کے نیچے کا حصہ ہے،... اور اس کے بارے میں دو رائیں ہیں، لیکن جمہور کے قطعی فیصلہ کے مطابق صحیح بات یہ ہے کہ وہ داڑھی کے حکم میں داخل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللحى بكسر اللام، وحكى ضمها وبالقصر والمد، جمع لحية بالكسر فقط، وهي اسم لما نبت على الخدين والذقن''[1]۔

اللحی لام کے کسرہ کے ساتھ اور ضمہ بھی کہا گیا ہے، قصر و مد کے ساتھ، ''**لحية**'' (صرف لام کے کسرہ کے ساتھ، یعنی داڑھی) کی جمع ہے، اور داڑھی دونوں رخساروں اور ٹھوڑی پر اُگے بالوں کا نام ہے۔

صاحب عون المعبود علامہ عظیم آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللحية: بِكَسْرِ اللَّام وَسُكُون الْحَاء: اِسْم لِجَمْع مِنْ الشَّعْر يَنْبُت عَلَى الْخَدَّيْنِ وَالذَّقَن''[2]۔

اللحية لام کے کسرہ اور حاء کے سکون کے ساتھ، دونوں رخساروں اور ٹھوڑی پر اگنے والے بالوں کو کہتے ہیں۔

علامہ ابن عاشور تیونسی رحمہ اللہ التحریر والتنویر میں فرماتے ہیں:

''وَاللِّحْيَةُ بِكَسْرِ اللَّامِ وَيَجُوزُ فَتْحُ اللَّامِ فِي لُغَةِ الْحِجَازِ اسْمٌ لِلشَّعْرِ النَّابِتِ بِالْوَجْهِ عَلَى مَوْضِعِ اللِّحْيَيْنِ وَالذَّقْنِ''[3]۔

---

(۱) فتح الباری لابن حجر طبعۃ دار المعرفۃ (10 / 350)۔

(۲) عون المعبود، 1 / 243، نیز دیکھئے: (80/1)۔

(۳) التحریر والتنویر، از ابن عاشور (16 / 293)۔

اللحیۃ (داڑھی) لام کے کسرہ کے ساتھ -اور زبان حجاز میں فتحہ بھی جائز ہے- دونوں داڑھوں اور ٹھوڑی کی جگہ چہرہ پر اگنے والے بال کو کہا جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام:

خلاصۂ کلام اینکہ داڑھی چوڑائی میں کنپٹی سمیت دونوں رخساروں کے بال سے لے کر داڑھوں کے نیچے اگے بالوں تک، اور لمبائی میں ریش بچہ سے لے کر ٹھوڑی اور اس کے نیچے کے حصہ میں اگنے والے تمام بالوں کا نام ہے، لغوی اور اصطلاحی وشرعی تعریفات میں کوئی فرق نہیں [۱]۔

(۱) دیکھئے: ادلۃ تحریم حلق اللحیۃ، از شیخ محمد بن احمد بن اسماعیل، ص 84، نیز دیکھئے: اللحیۃ فی الکتاب والسنۃ وأقوال سلف الامۃ، از محمد بن عبدالحمید حسونہ، ص 12، وتحریم حلق اللحی، از علامہ عبدالرحمن بن قاسم العاصمی الحنبلی، ص 5۔

دوسری فصل:

داڑھی کا حکم کتاب وسنت‘ سیرت سلف اور اہل علم کے اقوال کی روشنی میں

کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اجماع امت، سلف صالحین صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کی سیرت اور ائمہ دین وعلمائے کرام کے اقوال کی روشنی میں داڑھی رکھنا، بڑھانا اور اسے اپنی حالت پر چھوڑ دینا فرض اور واجب ہے (۱)۔

(۱) واضح رہے کہ جمہور علماء امت اور محققین کے یہاں فرض، واجب اور لازم وغیرہ ایک ہی شے کے کئی نام ہیں، ان کی تعریفات اور احکام اور اسی طرح ثبوت اور اس پر مرتب ہونے والی جزاء میں کوئی فرق نہیں، یہ محض حنفیہ کی خاص انفرادی اصطلاح ہے، جسے انہوں نے قطعی وظنی اور اسی طرح دوسری بنیادوں پر تقسیم کر رکھا ہے۔

چنانچہ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع“ میں وتر کے حکم کے ضمن میں ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

”أَنَا أَعْرِفُ الْفَرْقَ بَيْنَ الْوَاجِبِ وَالْفَرْضِ كَفَرْقِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ“۔

[بدائع الصنائع، از کاسانی، 1/271، نیز دیکھئے: البحر الرائق شرح کنز الدقائق، از ابن نجیم 2/41]۔

میں واجب وفرض کے مابین وہی فرق سمجھتا ہوں جو زمین وآسمان کے درمیان ہے۔

اور ایک دوسری جگہ وقوف عرفہ پر گفتگو کے ضمن میں علامہ کاسانی فرض وواجب کے مابین فرق بیان کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں:

”وَنَحْنُ نُفَرِّقُ بَيْنَ الْفَرْضِ وَالْوَاجِبِ كَفَرْقِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَهُوَ أَنَّ الْفَرْضَ اسْمٌ لِمَا ثَبَتَ وُجُوبُهُ بِدَلِيلٍ مَقْطُوعٍ بِهِ، وَالْوَاجِبَ اسْمٌ لِمَا ثَبَتَ وُجُوبُهُ بِدَلِيلٍ فِيهِ شُبْهَةٌ ===

نیز اسے حلق (شیو) کرنا یا کسی بھی طرح کاٹنا چھانٹنا، کترنا، اکھیڑنا وغیرہ حرام اور ناجائز ہے،

=== الْعَدَمِ ...شُبْهَةِ الْعَدَمِ أَعْنِي: خَبَرَ الْوَاحِدِ، وَهُوَ مَا رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ''مَنْ أَدْرَكَ عَرَفَةَ بِلَيْلٍ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ'' أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ مِنْ الْآحَادِ الَّتِي لَا تَثْبُتُ بِمِثْلِهَا الْفَرَائِضُ فَضْلًا عَنْ الْأَرْكَانِ''۔

[بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 2/127، و1/180، و2/142، و2/148، نیز دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، 32/96، و42/330، و23/110]۔

اور ہم فرض وواجب کے درمیان ویسے ہی فرق کرتے ہیں جیسے زمین وآسمان کے درمیان، اور وہ یہ ہے کہ: فرض اسے کہتے ہیں جس کا واجب ہونا قطعی دلیل سے ثابت ہو، اور واجب اسے کہتے ہیں جس کا واجب ہونا ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں عدم کا شبہہ (یعنی سرے سے نہ ہونے کا اندیشہ) ہو۔ آگے فرماتے ہیں۔ عدم کے شبہہ سے میرا مقصد ''خبر واحد'' ہے، جیسے نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''مَنْ أَدْرَكَ عَرَفَةَ بِلَيْلٍ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ'' جسے رات میں عرفہ مل گیا اس کا حج ہوگیا۔ یا اس جیسی دیگر آحاد حدیثیں جن سے ارکان تو دور کی بات ہے فرائض بھی ثابت نہیں ہوسکتے۔

حالانکہ یہ احناف کی نئی اور جسارتمندانہ تقسیم ہے جس کی کوئی دلیل صحابۂ کرام وسلف صالحین میں نہیں ملتی، چنانچہ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''الْفَرْضُ وَالْوَاجِبُ وَالْحَتْمُ وَاللَّازِمُ وَالْمَكْتُوبُ؛ أَلْفَاظٌ مَعْنَاهَا وَاحِدٌ، وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا''۔

[المحلی، از علامہ ابن حزم، 2/227، آگے علامہ موصوف نے اس تقسیم کی تردید بھی فرمائی ہے، ملاحظہ فرمائیں]۔

فرض، واجب، حتمی، لازمی اور مکتوب وغیرہ تمام الفاظ کا ایک ہی معنیٰ ہے، جو ہم بتا چکے ہیں۔

علامہ البانی رحمہ اللہ ''السلسلۃ الصحیحۃ'' میں وتر کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرض وواجب کی تفریق کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ليعلم أن قول الحنفية هذا قائم على اصطلاح لهم خاص حادث، لا تعرفه الصحابة ولا السلف الصالح، وهو تفريقهم بين الفرض والواجب ثبوتا وجزاء كما هو مفصل في كتبهم''۔ [سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، از علامہ البانی، 1/222]۔

معلوم ہونا چاہئے کہ حنفیہ کی یہ بات اُن کی اپنی ایک خاص نئی اصطلاح پر مبنی ہے جسے نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جانتے تھے نہ ہی سلف صالحین، اور وہ ہے ثبوت اور جزا دونوں اعتبار سے فرض اور واجب کے درمیان تفریق کرنا، جیسا کہ ان کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ ===

ذیل میں متعلقہ دلائل ملاحظہ فرمائیں:

کتاب اللہ کے دلائل:

ارشاد باری ہے:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾﴾ [الاحزاب:21]۔

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''هَذِهِ الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ أَصْلٌ كَبِيرٌ فِي التَّأَسِّي بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي أَقْوَالِهِ وَأَفْعَالِهِ وَأَحْوَالِهِ'' (۱)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال میں آپ کو اسوہ و آئیڈیل بنانے کے سلسلہ

=== اور ''الموسوعة الفقهية الكويتية'' میں ہے:

''وَالْجُمْهُورُ لاَ يُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْفَرْضِ وَالْوَاجِبِ''۔

[الموسوعة الفقهية الكويتية (7/170)]۔

جمہور علماء فرض وواجب میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

اور ایک دوسری جگہ ہے:

''فَالْفَرْضُ غَيْرُ الْوَاجِبِ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ، أَمَّا الْجُمْهُورُ فَيُسَوُّونَ بَيْنَ الْفَرْضِ وَالْوَاجِبِ''۔

[الموسوعة الفقهية الكويتية 18/66، نیز مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: 21/24]۔

چنانچہ حنفیہ کے یہاں فرض واجب سے دیگر ہے، البتہ جمہور کے یہاں فرض وواجب دونوں برابر ہیں۔

مزید تفصیلات کے لئے اصول فقہ کی موسع کتابیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) تفسیر ابن کثیر، تحقیق سامی سلامہ (6/391)۔

میں یہ آیت کریمہ ایک بڑی بنیاد ہے۔

علامہ طاہر بن عاشور رحمہ اللہ ''اسوۃ'' کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''أَيْ: يُقْتَدَى بِهِ وَيُعْمَلُ مِثْلُ عَمَلِهِ'' (۱)۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کی جائے اور آپ ہی کے عمل جیسا عمل کیا جائے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''واستدل الأصوليون في هذه الاية، على الاحتجاج بأفعال الرسول ﷺ، وأن الأصل، أن أمته أسوته في الأحكام، إلا ما دل الدليل الشرعي على الاختصاص به'' (۲)۔

اصولیوں نے اس آیت کریمہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کی حجیت پر استدلال کیا ہے، نیز یہ کہ اصل یہ ہے کہ تمام احکام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لئے اسوہ ہیں، سوائے شرعی دلائل سے ثابت آپ کی خصوصیات کے۔

ارشاد باری ہے:

۞ ﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ۝٧ ﴾ [الحشر:7]۔

اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''أَيْ: مَهْمَا أَمَرَكُمْ بِهِ فَافْعَلُوهُ، وَمَهْمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ، فَإِنَّهُ إِنَّمَا

---

(۱) التحریر والتنویر از امام ابن عاشور تیونسی رحمہ اللہ (21/302)۔

(۲) تیسیر الکریم الرحمن، از علامہ سعدی رحمہ اللہ (ص 661)۔

يَأْمُرُ بِخَيْرٍ وَإِنَّمَا يَنْهَى عَنْ شَرٍّ'' (۱)۔

یعنی جس بات کا بھی حکم دیں اسے کرو اور جس سے بھی روکیں اس سے باز رہو، کیونکہ وہ بھلائی ہی کا حکم دیتے ہیں اور برائی ہی سے منع کرتے ہیں۔

اور صحیح بخاری میں رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ'' (۲)۔

جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو، اور جب کسی بات کا حکم دوں تو اپنی طاقت بھر اسے انجام دو۔

اور صحیح مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں:

''مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَافْعَلُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ''(۳)۔

میں تمہیں جس چیز سے روکوں اس سے باز آجاؤ اور جس بات کا حکم دوں اسے اپنی طاقت بھر انجام دو۔

ارشاد باری ہے:

﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيظٗا ﴿٨٠﴾﴾ [النساء:80]۔

جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے اسی نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جو منھ پھیر لے تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

(۱) تفسیر ابن کثیر، تحقیق سامی سلامۃ (8/67)۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (9/94، حدیث 7288)۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (7/91، حدیث 6259)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”لکونه لا يأمر ولا ينهى إلا بأمر الله وشرعه ووحيه وتنزيله، وفي هذا عصمة الرسول ﷺ لأن الله أمر بطاعته مطلقا، فلولا أنه معصوم في كل ما يُبَلِّغ عن الله لم يأمر بطاعته مطلقا، ويمدح على ذلك“ [۱]۔

کیونکہ آپ ﷺ جس بات کا بھی حکم کرتے یا منع کرتے ہیں اللہ کے حکم، اس کی شریعت، اس کی وحی اور اس کے کلام ہی سے کرتے ہیں، اور اس میں رسول اللہ ﷺ کی معصومیت کی دلیل ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ کی مطلق اطاعت کا حکم دیا ہے، اگر آپ ﷺ اللہ کی جانب سے تمام تر باتوں کی تبلیغ میں معصوم نہ ہوتے تو اللہ آپ کی اطاعت کا مطلق حکم نہ دیتا، اور اس پر آپ کی مدح وستائش نہ فرماتا۔

اور اس معنیٰ کی آیات بکثرت ہیں [۲]۔

موسیٰ وہارون علیہما السلام کی گفتگو کے سیاق میں ارشاد باری ہے:

﴿ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِيٓ إِنِّي خَشِيتُ أَن تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ﴿٩٤﴾ ﴾ [طٰه:94]۔

ہارون علیہ السلام نے کہا: اے میرے ماں جائے بھائی! میری داڑھی نہ پکڑ اور سر کے بال نہ کھینچ، مجھے تو صرف یہ خیال دامن گیر ہوا کہ کہیں آپ یہ نہ فرمائیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔

اس آیت کریمہ میں داڑھی کا واضح ثبوت ہے، لہٰذا یہ داڑھی بڑھانے کی بابت صریح قرآنی

(۱) تیسیر الکریم الرحمن بتفسیر کلام المنان، از علامہ سعدی، (ص189)۔

(۲) دیکھئے: (آل عمران:32،132، والنساء:59، والمائدۃ:92، والانفال:1،20،46، والنور:54،56، محمد:33، والمجادلہ:13، والتغابن:12)۔

دلیل ہے۔ چنانچہ علامہ محمد الامین الشنقیطی رحمہ اللہ نہایت فقیہانہ استدلال کرتے ہوئے اپنی تفسیر ''أضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن'' میں فرماتے ہیں:

''هَذِهِ الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ بِضَمِيمَةِ آيَةِ ''الْأَنْعَامِ'' إِلَيْهَا تَدُلُّ عَلَى لُزُومِ إِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ، فَهِيَ دَلِيلٌ قُرْآنِيٌّ عَلَى إِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ وَعَدَمِ حَلْقِهَا. وَآيَةُ الْأَنْعَامِ الْمَذْكُورَةُ هِيَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَمِن ذُرِّيَّتِهِۦ دَاوُۥدَ وَسُلَيْمَـٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَـٰرُونَ﴾ الْآيَةَ [الأنعام:84]. ثُمَّ إِنَّهُ تَعَالَى قَالَ بَعْدَ أَنْ عَدَّ الْأَنْبِيَاءَ الْكِرَامَ الْمَذْكُورِينَ ﴿أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُ ۖ فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقْتَدِهْ﴾ [الأنعام:90]، فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ هَارُونَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ الَّذِينَ أُمِرَ نَبِيُّنَا ﷺ بِالِاقْتِدَاءِ بِهِمْ، وَأَمْرُهُ ﷺ بِذَلِكَ أَمْرٌ لَنَا. لِأَنَّ أَمْرَ الْقُدْوَةِ أَمْرٌ لِأَتْبَاعِهِ'' [1]۔

یہ آیت کریمہ سورۂ انعام کی آیت سے مل کر داڑھی بڑھانے کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے، چنانچہ یہ آیت داڑھی بڑھانے اور اسے حلق (شیو) نہ کرنے کے سلسلہ میں قرآنی دلیل ہے، اور سورۃ الانعام کی وہ آیت یہ ہے:

﴿وَمِن ذُرِّيَّتِهِۦ دَاوُۥدَ وَسُلَيْمَـٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَـٰرُونَ﴾ [الانعام: 84]۔

اور ان کی اولاد میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون علیہم الصلاۃ والسلام کو۔

اور پھر مذکورہ انبیاء کرام علیہم السلام کا شمار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُ ۖ فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقْتَدِهْ﴾ [الانعام:90]۔

---

(۱) أضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن، از محمد امین شنقیطی، (4/630)۔

یہی وہ لوگ تھے جنہیں اللہ نے ہدایت کی تھی، لہٰذا آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلیئے۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ ہارون علیہ السلام ان انبیاء کرام میں سے ہیں جن کی پیروی کا اللہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے، اور آپ کو دیا گیا یہ حکم ہمیں بھی ہے، کیونکہ آئیڈیل اور قدوہ کا حکم اس کے متبعین کے لئے بھی ہوتا ہے۔

استدلال کو موکد کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

”ثَبَتَ فِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ (۱): أَنَّ مُجَاهِدًا سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ: مِنْ أَيْنَ أُخِذَتِ السَّجْدَةُ فِي ”ص“ قَالَ: أَوْ مَا تَقْرَأُ: ﴿وَمِن ذُرِّيَّتِهِۦ دَاوُۥدَ﴾ [الأنعام:84] ﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُۖ فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقْتَدِهْ﴾ [الأنعام:90] فَسَجَدَهَا دَاوُدُ فَسَجَدَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ“(۲)۔

صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ مجاہد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: سورۂ ص میں سجدہ کہاں سے لیا گیا؟ فرمایا: کیا تم پڑھتے نہیں ہو: ﴿وَمِن ذُرِّيَّتِهِۦ دَاوُۥدَ﴾ [الأنعام:84] (اور ان کے خاندان میں داود بھی تھے) ﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُۖ فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقْتَدِهْ﴾ [الانعام:90] (یہی وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی، لہٰذا آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلیئے) چونکہ داود علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سجدہ کیا۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب {وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ} [الصافات:139]، 124/6، حدیث 4806، 4807، وکتاب احادیث الانبیاء، بَابُ {وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّاب} [ص:17]، 161/4، حدیث 3421۔ اس روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”نَبِيُّكُمْ ﷺ مِمَّنْ أُمِرَ أَنْ يَقْتَدِيَ بِهِمْ“۔ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے۔

(۲) أضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن، از محمد الامین الشنقیطی، (4/630)۔

مزید فرماتے ہیں:

جب اس سے آپ کو معلوم ہوگیا کہ ہارون علیہ السلام ان انبیاء علیہم السلام میں سے ہیں سورۂ انعام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کو دیا گیا حکم ہمارے لئے بھی ہے، کیونکہ آپ کی ذات میں ہمارے لئے عمدہ نمونہ ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ہارون علیہ السلام کی داڑھی کے بال خوب بڑے تھے، کیونکہ انہوں نے اپنے بھائی سے کہا ''میری داڑھی نہ پکڑو'' اگر ان کی داڑھی شیو ہوتی تو اسے پکڑنے کی نوبت ہی نہ آتی! تو اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ داڑھی بڑھانا وہ خوبی ہے جس کا ہمیں قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے نیز یہی انبیاء علیہم السلام کی صفت اور خوبی تھی (۱)۔

سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلائل:

داڑھی چھوڑنے کی فرضیت اور اسے شیو کرنے یا کاٹنے وغیرہ کی حرمت کے سلسلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بکثرت قولی وفعلی احادیث وارد ہیں، جو اپنے منطوق ومفہوم میں نہایت واضح، صریح، دوٹوک اور ناقابل تاویل ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

اولاً: قولی دلائل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسب ذیل پانچ مختلف الفاظ میں داڑھی بڑھانے کا حکم ثابت ہے۔

① ''أَعْفُوا اللِّحَى'' داڑھیاں بڑھاؤ/اپنی حالت پر چھوڑ دو:

۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ''أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى'' (۲)۔

(۱) أضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن، از محمد الامین الشنقیطی (4/630-631)۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب إعفاء اللحی، بلفظ: ''أنھکو الشوارب وأعفوا اللحی'' 160/7، ====

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

۲۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ ''أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ، وَإِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ''[۱]۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مونچھیں کاٹنے اور داڑھی بڑھانے کا حکم دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ''اُعفوا'' کے معنیٰ (خواہ وہ ثلاثی یا ثلاثی مزید فیہ ہو) بڑھانے، زیادہ کرنے اور اپنی حالت پر چھوڑ دینے کے ہیں۔

علامہ ابن الاثیر الجزری فرماتے ہیں:

''هُوَ أَنْ يُوفِّر شَعَرُها وَلَا يُقَصّ كالشَّوارب، مِنْ عَفَا الشيءُ إِذَا كَثُر وَزَادَ''[۲]۔

=== حدیث 5893۔ وصحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، 129/1، حدیث 259۔ وجامع الترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی إعفاء اللحیۃ، 5/95، حدیث 2763۔ وسنن النسائی، کتاب الزینۃ، باب إحفاء الشوارب، 8/129 حدیث 5045، 5046۔ ومسند احمد 8/279، حدیث 4654، و9/137، حدیث 5135، 10/484، حدیث 6456، و12/34، حدیث 7132، و14/305، حدیث 8672، و14/385، حدیث 8778، و14/390، حدیث 8785، و15/10، حدیث 9026۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، 129/1، حدیث 259، وسنن ابوداود، کتاب الترجل، باب فی أخذ الشارب، 4/84، حدیث 4199، وجامع الترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی إعفاء اللحیۃ، 5/95، حدیث 2764، ومسند احمد 9/139، حدیث 5138، وصحیح ابن حبان، کتاب الزینۃ والتطییب، ذکر الامر بقص الشوارب وترک اللحی، 12/288، حدیث 5475، والموطا، کتاب الشعر، باب السنۃ فی الشعر، 5/1382، حدیث 3486، وغیرہ۔

(۲) النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر (3/266)۔

''اعفاء'' کا معنی یہ ہے کہ داڑھی کے بال بڑھائے، مونچھوں کی طرح اسے نہ کاٹے، یہ ''عفاالشی ء'' سے ہے، جب کوئی چیز خوب زیادہ ہوجاتی ہےتو کہا جاتا ہے۔

علامہ زبیدی فرماتے ہیں:

''أَعْفَى (اللِّحْيَةَ : وَفَّرَها) حتى كَثُرَتْ وطالَتْ'' [1]۔

یعنی داڑھی کو بڑھایا، یہاں تک بال خوب اور لمبے ہوگئے۔

علامہ ابن منظور فرماتے ہیں:

''هو أَن يُوفَّر شَعَرُها ويُكَثَّر ولا يُقَصَر كالشَّوارِبِ من عَفا الشيءُ إذا كَثُرَ وزاد'' [2]۔

یعنی یہ کہ داڑھی کے بال کو خوب بڑھایا جائے، اور مونچھوں کی طرح اسے کاٹا نہ جائے، یہ ''عفا الشيء'' سے ہے، جب کوئی چیز خوب زیادہ ہوجاتی ہےتو کہا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَهُوَ بِمَعْنَى التَّرْكِ ،ثُمَّ قَالَ: عَفَوْا كَثُرُوا وَكَثُرَتْ أَمْوَالُهُمْ ... قَالَ ابن دَقِيقِ الْعِيدِ: تَفْسِيرُ الْإِعْفَاءِ بِالتَّكْثِيرِ مِنْ إِقَامَةِ السَّبَبِ مَقَامَ الْمُسَبِّبِ لِأَنَّ حَقِيقَةَ الْإِعْفَاءِ التَّرْكُ وَترك التَّعَرُّض للحية يسْتَلْزم تكثيرها'' [3]۔

اس کے معنیٰ چھوڑ دینے کے ہیں، اور امام بخاری فرماتے ہیں: ''عفوا'' کے معنیٰ ہیں: بہت زیادہ ہو گئے اور ان کے مالوں کی کثرت ہوگئی ... ابن دقید العید فرماتے ہیں: ''اِعفاء'' کی تفسیر کثرت سے کرنا سبب کو مسبب کے قائم مقام بنانے کے قبیل سے ہے، کیونکہ

(۱) تاج العروس من جواہر القاموس، (39/72)۔

(۲) لسان العرب لابن منظور (4/3020)۔

(۳) فتح الباری لابن حجر (10/351)۔

حقیقت میں ''اِعفاء'' کے معنیٰ چھوڑ دینے کے ہیں، اور داڑھی سے چھیڑ چھاڑ اور تعرض نہ کرنا اس کی کثرت اور گھنے پن کو مستلزم ہے۔

علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''(وَاعْفُوا اللِّحَى) مِنَ الْإِعْفَاءِ وَهُوَ التَّرْكُ'' (۱)۔

''أعفوا اللحی'' اِعفاء سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ چھوڑنے کے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَأَمَّا إِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ فَمَعْنَاهُ تَوْفِيرُهَا وَهُوَ مَعْنَى أَوْفُوا اللِّحَى فِي الرِّوَايَةِ الْأُخْرَى''(۲)۔

رہا ''إعفاء اللحية'' کا معنیٰ تو اس کے معنیٰ بڑھانے کے ہیں، جو دوسری روایت میں ''أوفوا اللحی'' کے ہم معنیٰ ہے۔

یہی توضیح دیگر علماء کرام نے بھی فرمائی ہے (۳)۔

② ''وَفِّرُوا اللِّحَى'' داڑھیاں بڑھاؤ، وافر کرو۔

۳۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ، وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ'' (۴)۔

---

(۱) تحفۃ الاحوذی (38/8)۔

(۲) شرح النووی علی مسلم (3/149)۔

(۳) دیکھئے: الزاہر فی معانی کلمات الناس، للانباری (1 / 429)، ومعالم السنن للخطابی (1 / 31)، والتمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید (24 / 145)، وکشف المشکل من حدیث الصحیحین لابن الجوزی (2 / 519)، وطرح التثریب فی شرح التقریب، للعراقی (2 / 83)، ونیل الاوطار للشوکانی (1 / 143)، وفیض القدیر شرح الجامع الصغیر، للمناوی، 1 / 198 / حدیث 258، و 3 / 64 / حدیث 2758)۔

(۴) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار، 7 / 160، حدیث 5892۔

===

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بھرپور رکھو، اور مونچھیں کٹواؤ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قَوْلُهُ وَفِّرُوا فَهُوَ بِتَشْدِيدِ الْفَاءِ مِنَ التَّوْفِيرِ وَهُوَ الْإِبْقَاءُ أَيِ اتْرُكُوهَا وَافِرَةً''(۱)۔

''وفروا'' فاء پر تشدید کے ساتھ، توفیر سے ہے، جس کے معنیٰ باقی رکھنے کے ہیں، یعنی انہیں وافر اور بھرا ہوا باقی رکھو۔

امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''(وفروا اللحى) أي لا تأخذوا منها شيئا'' (۲)۔

''وفروا اللحی'' داڑھیاں بڑھاؤ، یعنی ان میں سے بالکل کچھ نہ لو۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

''(وفروا اللحى) بتشديد الفاء أي اتركوها موفرة'' (۳)۔

''وفروا اللحی'' داڑھیاں بڑھاؤ، یعنی انہیں اپنی بھرپور حالت میں چھوڑ دو۔

نیز فتاویٰ لجنہ دائمہ میں ہے:

=== ومسند احمد، 36/613، حدیث 22283، بلفظ'' قُصُّوا سِبَالَكُمْ وَوَفِّرُوا عَثَانِينَكُمْ وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ ''۔ وشعب الایمان للبیھقی، کتاب الملابس والزی والاوانی ... فصل فی الکحل، 8/414، حدیث 6015۔ وبلفظ'' وَفِّرُوا عَثَانِينَكُمْ وَقَصِّرُوا سِبَالَكُمْ ''فصل فی الخضاب، 8/396، حدیث 5987۔ والسنن الکبری للبیھقی، جماع ابواب الحدیث، باب السنہ فی الاخذ من الاظفار والشارب ... 1/232، حدیث 689، والمعجم الاوسط للطبرانی، 5/195، حدیث 5062۔ دیکھئے: صحیح الجامع للالبانی، حدیث 7113۔

(۱) فتح الباری لابن حجر (10/350)۔

(۲) فیض القدیر (6/363)۔

(۳) إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری للقسطلانی (8/463)۔

’’توفيرها إبقاؤها وافرة دون حلق أو نتف أو قص شيء منها‘‘ [۱]۔

داڑھیوں کی توفیر کا معنیٰ یہ ہے کہ انہیں چھیلنے یا اکھیڑنے یا اس میں سے کچھ بھی کاٹنے کے بجائے یونہی اپنے حال پر وافر باقی رکھا جائے۔

③ ’’أَوْفُوا اللِّحَى‘‘ داڑھیاں بھرپور کرو/ پورا پورا باقی رہنے دو۔

۴۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ’’خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ، وَأَوْفُوا اللِّحَى‘‘ [۲]۔

امام نووی فرماتے ہیں:

’’وَأَمَّا أَوْفُوا فَهُوَ بِمَعْنَى أَعْفوا أَيِ اتْرُكُوهَا وَافِيَةً كَامِلَةً لَا تَقُصُّوهَا‘‘ [۳]۔

’’اُوفوا‘‘ تو ’اعفوا‘ ہی کے ہم معنیٰ ہے، یعنی مکمل بھرپور حالت میں چھوڑ دو، مت کاٹو۔

علامہ ابن فارس فرماتے ہیں:

’’وَإِذَا تُرِكَ فَلَمْ يُقْطَعْ وَلَمْ يُجزْ فَقَدْ عَفَا. وَالْأَصْلُ فِيهِ كُلِّهِ التَّرْكُ‘‘ [۴]۔

’’عفا‘‘ کی حقیقت یہ ہے کہ پوری طرح چھوڑ دیا جائے، کاٹا کترا نہ جائے، ان تمام الفاظ میں اصل ’’چھوڑنے‘‘ ہی کا معنیٰ ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’أَوْفُوا أَيِ اتْرُكُوهَا وَافِيَةً‘‘ [۵]۔

---

(۱) فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (52/4)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، 1/222، حدیث 259، والمعجم الکبیر للطبرانی، (11/277، حدیث 11724)۔ دیکھئے: صحیح الجامع (حدیث 3209)۔

(۳) شرح النووی علی مسلم (3/151)۔

(۴) مقاییس اللغۃ لابن فارس (4/58)۔

(۵) فتح الباری لابن حجر (10/350)۔

''أوفوا''یعنی انہیں پورا پورا چھوڑ دو۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وأعفوا اللحى بِالْقطعِ والوصل من أعفيت الشّعْر وعفوته وَالْمرَاد توفير اللِّحْيَة خلاف عَادَة الْفرس من قصها، أَوْفوا اللحى هُوَ بِمَعْنى أعفوا أَي اتركوها وافية كَامِلَة لَا تنقصوها''[۱]۔

''أعفوا اللحى''ہمزہ کے قطعی اور وصلی دونوں حالت میں،''أعفيت الشعر وعفوته''(میں نے بالوں کو بڑھایا) سے ماخوذ ہے، مراد یہ ہے کہ فارسیوں (مجوسیوں) کی جو داڑھی کاٹنے کی عادت تھی اس کے برخلاف اسے بڑھایا جائے۔ اسی طرح''أوفوا اللحى''بھی''أعفوا''کے معنیٰ میں ہے، یعنی انہیں مکمل بھرپور حالت میں چھوڑ دو، کچھ بھی کم نہ کرو۔

امام عبدالرحمن بن القاسم حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''(أوفوا اللحى) أي اتركوها وافية''[۲]۔

''أوفوا اللحى''یعنی انہیں پورا پورا چھوڑ دو۔

④ ''أَرْخُوا اللحى'' داڑھیاں لٹکاؤ۔

⑤ ''أرجوا اللحى''/ داڑھیاں لمبی کرو۔

۵۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ''جُزُّوا الشَّوَارِبَ، وَأَرْخُوا اللِّحَى خَالِفُوا الْمَجُوسَ''[۳]۔

---

(۱) شرح السیوطی علی مسلم (2/38)۔

(۲) الاحکام شرح أصول الاحکام لابن قاسم (1/46)۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، (1/222، حدیث 260)، والسنن الکبریٰ للبیہقی، جماع ابواب الحدیث، باب السنہ فی الاخذ من الاظفار والشارب...1/233، حدیث 690، ومعرفۃ السنن والآثار للبیہقی، ===

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
مونچھیں کاٹو، اور داڑھیاں لمبی کرو، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

علامہ زین الدین عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَفِي رِوَايَةٍ: أَرْخُوا، وَهِيَ بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ عَلَى الْمَشْهُورِ، وَقِيلَ: بِالْجِيمِ مِنْ التَّرْكِ وَالتَّأْخِيرِ''[۱]۔

ایک روایت میں ''أرخوا'' خاء کے ساتھ ہے، جو کہ مشہور ہے، جبکہ دوسرا قول جیم کے ساتھ ''أرجوا'' ہے، جس کے معنیٰ ترک اور تاخیر کے ہیں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أَرْخُوا اللحى: بِقطع الْهمزَة، وبالخاء الْمُعْجَمَة فِي رِوَايَة الْأَكْثَر. أَي: اتركوها وَ لَاتتعرضوا لَهَا بتغيير. وَلابْن ماهان: بالجيم بِمَعْنَاهُ، من الإرجاء وَهُوَ: التَّأْخِير. وَأَصله: أرجئوا، بِالْهَمْزَةِ، فَحذف تَخْفِيفًا. أَي: أخروها واتركوها''[۲]۔

''أَرْخُوا اللحى'' اکثریت کی روایت میں ہمزہ اور خاء کے ساتھ ہے، یعنی اسے چھوڑ دو، اس سے کسی قسم کا تعرض کر کے تبدیل نہ کرو۔ اور ابن ماہان کی روایت میں جیم کے ساتھ ہے اس کا بھی وہی معنی ہے، وہ ارجاء سے ماخوذ ہے، جس کے معنیٰ تاخیر کے ہیں۔ اور ''أرجوا'' کی اصل ''أرجئوا'' ہے جیم کے بعد ہمزہ کے ساتھ، اسے تخفیف کی غرض سے

=== 1/440، حدیث 1271، وشرح معانی الآثار، کتاب الکراہۃ، باب حلق الشارب، 4/230، حدیث 6563، دیکھئے: صحیح الجامع (حدیث 3092)۔

(۱) طرح التثریب فی شرح التقریب (2/83)۔

(۲) شرح السیوطی علی مسلم (2/38)۔

حذف کردیا گیا ہے، معنیٰ ہے اسے ملتوی کرو اور چھوڑ دو۔

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أَرخُوا اللحى: لا تقصوها ولا تحلقوها''[۱]۔

أَرخُوا اللحى: داڑھیاں لٹکاؤ، یعنی اسے نہ کاٹو نہ شیو کرو۔

الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ میں ہے:

''وأرخوا أي: أطيلوا، ورواه بعضهم بلفظ: (أرجوا) أي: اتركوا''[۲]۔

''وأرخوا'' یعنی داڑھیاں لمبی کرو، اور بعض نے ''أرجوا'' کے لفظ سے روایت کیا ہے، یعنی چھوڑ دو۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَأَمَّا قَوْلُهُ ﷺ وَأَرْخُوا فَهُوَ أَيْضًا بِقَطْعِ الْهَمْزَةِ وَبِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَمَعْنَاهُ اتْرُكُوهَا وَلَا تَتَعَرَّضُوا لَهَا بِتَغْيِيرٍ وَذَكَرَ الْقَاضِي عِيَاضٌ أَنَّهُ وَقَعَ فِي رِوَايَةِ الْأَكْثَرِينَ كَمَا ذكرنا وأنه وقع عند بن مَاهَانَ أَرْجُوا بِالْجِيمِ قِيلَ هُوَ بِمَعْنَى الْأَوَّلِ وَأَصْلُهُ أَرْجِئُوا بِالْهَمْزَةِ فَحُذِفَتِ الْهَمْزَةُ تَخْفِيفًا وَمَعْنَاهُ أخروها اتركوها'' [۳]۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ''أرخوا'' ہمزہ قطعی اور خاء کے ساتھ ہے جس کے معنیٰ ہیں چھوڑ دو، کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ اور تبدیلی نہ کرو۔ قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ اکثر کی روایت میں یہی لفظ آیا ہے، جبکہ ابن ماہان کی روایت میں جیم کے ساتھ ''أرجوا'' آیا ہے، کہا گیا

---

(۱) شرح ریاض الصالحین (5/284)۔

(۲) الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ (15/336)۔

(۳) شرح النووی علی مسلم (3/151)، دیکھئے: نیل الاوطار (1/149)۔

ہے کہ اس کا وہی پہلا معنیٰ ہے، اور اس کی اصل ہمزہ کے ساتھ ''أرجئوا'' ہے، تخفیف کے لئے ہمزہ حذف کردیا گیا، معنیٰ ہے دیر کرو، چھوڑ دو۔

بعض روایات میں یہ لفظ ''أرخوا'' کے بجائے ''أرجوا'' وارد ہوا ہے، جیسا کہ بعض اہل علم کے اقوال میں بھی اس کی طرف اشارہ ہوا، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصحیف ہے، علامہ قرطبی رحمہ اللہ ''المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم'' میں فرماتے ہیں:

''وَقَعَ لِابْنِ مَاهَانَ أَرْجُوا اللِّحَى بِالْجِيمِ فَكَأَنَّهُ تَصْحِيفٌ وَتَخْرِيجُهُ عَلَى أَنَّهُ أَرَادَ أَرْجِئُوا مِنَ الْإِرْجَاءِ فَسَهَّلَ الْهَمْزَةَ فِيهِ'' (۱)۔

ابن ماہان کی روایت میں جیم کے ساتھ ''أرجوا اللحی'' آیا ہے، شاید یہ تصحیف ہے، اس کی توجیہ یہ ہے کہ وہ ''إرجاء'' سے أرجئوا ہے، جس میں ہمزہ کی تسہیل ہوگئی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَضُبِطَتْ بِالْجِيمِ وَالْهَمْزَةِ أَيْ أَخِّرُوهَا وَبِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ بِلَا هَمْزٍ أَيْ أَطِيلُوهَا''(۲)۔

اسے جیم اور ہمزہ سے بھی پڑھا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں ''اسے چھوڑ دو'' اور بلا ہمزہ خاء سے بھی پڑھا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں ''اسے لمبی کرو''۔

امام نووی رحمہ اللہ خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فَحَصَلَ خَمْسُ رِوَايَاتٍ: أَعْفُوا، وَأَوْفُوا، وَأَرْخُوا، وَأَرْجُوا، وَوَفِّرُوا، وَمَعْنَاهَا كُلُّهَا تَرْكُهَا عَلَى حَالِهَا'' (۳)۔

(۱) المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم (1/515)۔ وحاشیۃ السندی علی النسائی، (8/129، حدیث 5045)۔

(۲) فتح الباری لابن حجر (10/350)۔

(۳) شرح النووی علی صحیح مسلم، (3/151)۔

مجموعی طور پر پانچ روایتیں حاصل ہوئیں: (أَعْفُوا، وَأَوْفُوا، وَأَرْخُوا، وَأَرْجُوا، وَوَفِّرُوا) اوران تمام کا معنیٰ ہے اسے اپنی حالت پر چھوڑ دو۔

ایک اہم اصولی مسئلہ:

ان تمام احادیث میں صیغۂ امر وارد ہوا ہے اور علماء اصول کے یہاں صیغۂ امر فرضیت اور وجوب پر دلالت کرتا ہے، جب تک کہ اس کے لئے کوئی قرینۂ صارفہ یعنی اسے اس کے وجوب وفرضیت سے پھیرنے والی دلیل یا قرینہ نہ پایا جائے، چنانچہ اس ضمن میں محققین کے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں:

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’وَأَمْرُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِذَا أُطْلِقَ كَانَ مُقْتَضَاهُ الْوُجُوبَ ‘‘ (۱)۔

اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم جب مطلق ہو تو وجوب کا متقاضی ہے۔

ابوالحسن بعلی دمشقی حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’أنه يقتضى الوجوب ما لم تقم قرينة تصرفه إلى غيره نص عليه الإمام أحمد في مواضع وهو الحق‘‘ (۲)۔

کہ امر مطلق وجوب کا تقاضہ کرتا ہے‘ جب تک کہ اسے اُس سے پھیرنے والا کوئی قرینہ نہ ہو، امام احمد رحمہ اللہ نے کئی جگہوں پر اس کی صراحت فرمائی ہے اور یہی حق ہے۔

ابن النجار الفتوحی حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’فَصْلُ الأمر حقيقة الوجوب:"الأَمْرِ" فِي حَالَةِ كَوْنِهِ "مُجَرَّدًا عَنْ قَرِينَةٍ" "حَقِيقَةً فِي الْوُجُوبِ" عِنْدَ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ مِنْ أَرْبَابِ الْمَذَاهِبِ الأَرْبَعَةِ

(۱) مجموع الفتاوی (22/529)، والقواعد النورانیۃ (ص:52۔

(۲) القواعد والفوائد الاصولیۃ وما یتبعہا من الاحکام الفرعیۃ (ص:221)۔

"شَرْعًا" أَيْ بِاقْتِضَاءِ وَضْعِ الشَّرْعِ'' [۱]۔

فصل: امر وجوب کی حقیقت ہے، امر مطلق قرینہ سے خالی ہونے کی صورت میں شرعی اصطلاح کے مطابق چاروں مذاہب کے جمہور علماء کے یہاں وجوب میں حقیقت ہے۔

علامہ محمد الامین الشنقیطی رحمہ اللہ فرمان باری ﴿فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ﴾ کے تحت فرماتے ہیں:

''وَهَذِهِ الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ قَدِ اسْتَدَلَّ بِهَا الْأُصُولِيُّونَ عَلَى أَنَّ الْأَمْرَ الْمُجَرَّدَ عَنِ الْقَرَائِنِ يَقْتَضِي الْوُجُوبَ ; لِأَنَّهُ – جَلَّ وَعَلَا – تَوَعَّدَ الْمُخَالِفِينَ عَنْ أَمْرِهِ بِالْفِتْنَةِ أَوِ الْعَذَابِ الْأَلِيمِ، وَحَذَّرَهُمْ مِنْ مُخَالَفَةِ الْأَمْرِ، وَكُلُّ ذَلِكَ يَقْتَضِي أَنَّ الْأَمْرَ لِلْوُجُوبِ، مَا لَمْ يَصْرِفْ عَنْهُ صَارِفٌ؛ لِأَنَّ غَيْرَ الْوَاجِبِ لَا يَسْتَوْجِبُ تَرْكُهُ الْوَعِيدَ الشَّدِيدَ وَالتَّحْذِيرَ'' [۲]۔

اس آیت کریمہ سے اصولیوں نے استدلال کیا ہے کہ قرائن سے خالی ''امر'' (حکم) وجوب کا تقاضہ کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے یا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو فتنہ یا عذاب الیم کی وعید سنائی ہے اور انہیں حکم کی مخالفت سے ڈرایا ہے، اور یہ ساری باتیں اس بات کی متقاضی ہیں کہ امر وجوب کے لئے ہے جب تک کہ اسے اُس سے پھیرنے والی کوئی چیز نہ ہو، اس لئے کہ غیر واجب سخت وعید اور تنبیہ کا موجب ومتقاضی نہیں ہوتا۔

---

(۱) مختصر التحریر شرح الکوکب المنیر (3/39)۔

(۲) أضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن (6/281)، اس کے بعد علامہ موصوف نے وجوب امر سے متعلق مزید پانچ قرآنی دلائل دیئے ہیں، اور پھر عربی زبان سے امر مطلق کے وجوب پر دلالت کرنے پر استدلال کیا ہے۔

ثانیاً: عملی دلائل (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی اسوہ):

کتب احادیث وسیرت کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح داڑھی کے حکم کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانچ الفاظ وارد ہیں اسی طرح داڑھی کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی اسوہ سے متعلق بھی تقریباً پانچ الفاظ وارد ہیں' جن سے آپ داڑھی کی حالت وکیفیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ متعلقہ دلائل حسب ذیل ہیں:

① ''كَثِيرُ شَعْرِ اللِّحْيَةِ'' (آپ کی داڑھی میں بہت زیادہ بال تھے)

عَن جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، يَقُولُ: ''كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَدْ شَمِطَ مُقَدَّمُ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ، وَكَانَ إِذَا ادَّهَنَ لَمْ يَتَبَيَّنْ، وَإِذَا شَعِثَ رَأْسُهُ تَبَيَّنَ، وَكَانَ كَثِيرَ شَعْرِ اللِّحْيَةِ، فَقَالَ رَجُلٌ: وَجْهُهُ مِثْلُ السَّيْفِ؟ قَالَ: لَا، بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ، وَكَانَ مُسْتَدِيرًا، وَرَأَيْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ كَتِفِهِ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يُشْبِهُ جَسَدَهُ''[۱]۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور داڑھی کے آگے کے حصے کے بال سفید ہو گئے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیل لگاتے تو سفیدی معلوم نہ ہوتی، اور جب بال بکھرے ہوتے تو سفیدی ظاہر ہوتی، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی میں بہت زیادہ بال تھے (یعنی داڑھی بہت گھنی تھی)۔ ایک شخص نے عرض کیا:

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، بَابُ شَيْبِهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (4/ 1823، حدیث 2344) ومسند أحمد طبع الرسالۃ (34/ 505) حدیث 20998 (صحیح لغیرہ، وہذا إسناد حسن من أجل سماک بن حرب، وباقی رجالہ ثقات رجال الشیخین) وشعب الایمان (3/ 16) حدیث 1353، ومسند أبی یعلی الموصلی (13/ 451) حدیث 7456 [حکم حسین سلیم أسد: إسنادہ حسن]، ومصنف ابن أبی شیبۃ (6/ 328 حدیث 31808)، وجمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد (3/ 418 حدیث 8388)۔ دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر للالبانی، حدیث 4825، وتبویب صحیح الجامع (1/ 20، حدیث 4825)۔

کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح یعنی لمبا تھا؟ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک سورج اور چاند کی طرح تھا اور گول تھا، اور میں نے نبوت کی مہر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر دیکھی جیسے کبوتر کا انڈا ہوتا ہے اور اس کا رنگ جسم کی رنگت کے مشابہ تھا۔

② ''عَظِيمُ اللِّحْيَة'' (آپ کی داڑھی بہت بڑی تھی)

عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّهُ وَصَفَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: "كَانَ عَظِيمَ الْهَامَةِ، أَبْيَضَ، مُشْرَبًا حُمْرَةً، عَظِيمَ اللِّحْيَةِ، ضَخْمَ الْكَرَادِيسِ، شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، طَوِيلَ الْمَسْرُبَةِ، كَثِيرَ شَعَرِ الرَّأْسِ رَجْلَهُ، يَتَكَفَّأُ فِي مِشْيَتِهِ كَأَنَّمَا يَنْحَدِرُ فِي صَبَبٍ، لَا طَوِيلٌ، وَلا قَصِيرٌ، لَمْ أَرَ مِثْلَهُ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ ﷺ''(۱)۔

علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: آپ کا سر مبارک (کھوپڑی) بڑا تھا، آپ گورے چٹے سرخی مائل تھے،

(۱) مسند أحمد ط الرسالة (2 / 256) حدیث 944، وقال المحققون: حسن لغیرہ، شریک النخعی فد توبع. وہو فی "مصنف ابن أبی شیبة" 11 / 514. ومن طریق ابن أبی شیبة أخرجہ أبو یعلی (369)، وابن حبان (6311). وایضا مسند أحمد ط الرسالة (2 / 257 حدیث 946)، وقال المحققون: حسن لغیرہ، ابن جریج مدلس وقد عنعنہ، وصالح بن سعید روی عنہ جمع، وذکرہ ابن حبان فی "الثقات"، وقد توبعا، دیکھئے (944)، وصحیح ابن حبان (14 / 216) حدیث 6311، [وقال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح، إسنادہ حسن لغیرہ، رجالہ ثقات رجال الشیخین غیر شریک القاضی، وہو سیء الحفظ، لکنہ قد توبع] وقال الالبانی فی التعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان (9/ 116) حدیث 6278، صحیح لغیرہ، ومصنف ابن أبی شیبة (6/ 328) حدیث 31807، نیز علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح الجامع اور سلسلہ صحیحہ میں حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر وزیاداتہ (2/ 873) حدیث 4820، وتبویب صحیح الجامع الصغیر (1/ 17)، حدیث 4820، والسلسلة الصحیحة، حدیث 2052)۔

آپ کی داڑھی عظیم تھی، جوڑ کی ہڈیاں بھاری تھیں، دونوں ہتھیلیاں اور پیر نہایت ٹھوس تھے، سینۂ مبارک سے اترنے والا بال لمبا تھا، سر کے بال سیدھے اور گھنے تھے، چال میں آگے کی طرف میلان اور جھکاؤ تھا' گویا کہ نشیب کی طرف اتر رہے ہوں، نہ لمبے تھے نہ پست قد، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا آپ سے پہلے اور بعد میں کسی کو نہ دیکھا۔

③ ''كَثُّ اللِّحْيَةِ'' (آپ کی داڑھی بہت گھنی تھی)

عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ: ''كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا مَرْبُوعًا عَرِيضَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، كَثَّ اللِّحْيَةِ، تَعْلُوهُ حُمْرَةٌ جُمَّتُهُ إِلَى شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ، لَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مَا رَأَيْتُ أَحْسَنَ مِنْهُ''(۱)۔

براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میانہ قد کے آدمی تھے، آپ کے دونوں مونڈھوں کے مابین کشادگی تھی، آپ کی داڑھی گھنی تھی، آپ پر سرخی غالب تھی، آپ کے بال دونوں کانوں کی لو تک تھے، میں نے آپ کو ایک سرخ جوڑے میں دیکھا، میں نے آپ سے زیادہ حسین اور خوبرو کسی کو نہ دیکھا۔

وعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ''كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ضَخْمَ الرَّأْسِ، عَظِيمَ الْعَيْنَيْنِ، هَدِبَ الْأَشْفَارِ، مُشْرَبَ الْعَيْنِ بِحُمْرَةٍ، كَثَّ اللِّحْيَةِ، أَزْهَرَ اللَّوْنِ، إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ كَأَنَّمَا يَمْشِي فِي صُعُدٍ، وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ جَمِيعًا، شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ''(۲)۔

---

(۱) سنن النسائی، کتاب الزینۃ، باب اتخاذ الجمۃ، (8/183، حدیث 5232)، والسنن الکبری للنسائی (8/320، حدیث 9277)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) مسند أحمد ط الرسالۃ (2/100) حدیث 684، وقال المحققون: إسنادہ حسن من أجل عبد اللہ بن محمد بن عقیل، فان حدیثہ من قبیل الحسن، و(2/179) حدیث 796، وقال المحققون: إسنادہ حسن. حماد: ھو ابن سلمۃ، ===

محمد بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک بھاری تھا، آنکھیں بڑی بڑی تھیں، پلکوں کے بال لمبے تھے، سرخی لی ہوئیں آنکھیں تھیں، گھنی داڑھی تھی، سرخی مائل گورا رنگ تھا، جب چلتے تو لچک کر چلتے جیسے بلندی پر چل رہے ہوں، جب مڑتے تو پوری طرح مڑتے، آپ کی دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم ٹھوس تھے۔

علامہ ابن الملقن رحمہ اللہ البدر المنیر میں فرماتے ہیں:

''أما أَنه ﷺ كَانَ كث اللِّحْيَة: فَصَحِيح مَعْرُوف. قَالَ الْقَاضِي عِيَاض: ورد ذَلِكَ فِي حَدِيث جمَاعَة من الصَّحَابَة بأسانيد صَحِيحَة'' (١)۔

رہا مسئلہ یہ کہ آپ کی داڑھی خوب گھنی تھی تو یہ صحیح اور معروف ہے، قاضی عیاض فرماتے ہیں: یہ بات صحیح سندوں کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت کی حدیث میں آئی ہے۔

واضح ہو علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے سیرت رسول کی اپنی عظیم کتاب ''الشفا'' میں کث اللحیۃ کے ساتھ ایک جملہ مزید رقم فرمایا ہے جس سے آپ کی داڑھی مبارک کی کیفیت مزید وضاحت ہوتی ہے، فرماتے ہیں:

''كَثُّ اللِّحْيَةِ تَمْلَأُ صَدْرَهُ''(٢)۔

آپ کی داڑھی خوب گھنی تھی، بایں طور کہ اس سے آپ کا سینۂ مبارک بھرا ہوا تھا۔

④ ''ضَخْمُ اللِّحْيَةِ'' (آپ کی داڑھی بھاری بھر کم تھی)

=== ومحمد بن علی: ہو ابن الحنفیۃ، وشعب الایمان (3/ 28 حدیث 1362)، والمعجم الکبیر للطبرانی (10/ 183) حدیث 10397، و(22/ 155 حدیث 414)۔ والطبقات الکبری لابن سعد (1/ 410)۔

(١) دیکھئے: البدر المنیر، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء، (1/ 667، حدیث 3)۔

(٢) الشفا للقاضی عیاض بحاشیۃ الشمنی المسماۃ مزیل الخفاء عن ألفاظ الشفاء (1/ 60) و (1/ 83) بتحقیق علی محمد البجاوی۔

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: ''كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ضَخْمَ الْهَامَةِ، مُشْرَبًا حُمْرَةً، شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، ضَخْمَ اللِّحْيَةِ، طَوِيلَ الْمَسْرُبَةِ، ضَخْمَ الْكَرَادِيسِ، يَمْشِي فِي صَبَبٍ، يَتَكَفَّأُ فِي الْمِشْيَةِ، لَا قَصِيرٌ وَلَا طَوِيلٌ، لَمْ أَرَ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ ﷺ''(۱)۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: آپ کا سر مبارک (کھوپڑی) بڑا تھا، آپ سرخی مائل تھے، دونوں ہتھیلیاں اور پیر نہایت ٹھوس تھے، آپ کی داڑھی بڑی بھاری بھرکم تھی، سینہ مبارک سے اترنے والا بال لمبا تھا، جوڑ کی ہدیاں ٹھوس تھیں، چلتے ایسے تھے گویا نشیب میں اتر رہے ہوں، نہ پست قد تھے نہ بے تکے لمبے، میں نے آپ ﷺ جیسا آپ سے پہلے اور بعد میں کسی کو نہ دیکھا۔

جبکہ دیگر اکثر روایات میں ''ضَخْمُ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ'' کے الفاظ ہیں۔

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلا بِالْقَصِيرِ، ضَخْمُ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ، شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، مُشْرَبٌ وَجْهُهُ حُمْرَةً، طَوِيلُ الْمَسْرُبَةِ، ضَخْمُ الْكَرَادِيسِ، إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ، لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ﷺ "(۲)۔

---

(۱) مسند أحمد ط الرسالة (2/344) حديث 1122، وقال المحققون: حسن لغيره، وقد تقدم برقم (944)۔

(۲) مسند أحمد ط الرسالة (2/143) حديث 746، وقال المحققون: حسن لغيره كسابقه، وسماع وكيع من المسعودي قبل الاختلاط، ومسند أحمد ط الرسالة (2/312) حديث 1053، وقال المحققون: حسن لغيره، إسناد حديث وكيع عن المسعودي محتمل للتحسين، وهو مكرر (746). والمستدرك على الصحيحين للحاكم (2/662) حديث 4194 [والتعليق من تلخيص الذهبي: صحيح]۔ وشعب الايمان (3/11) حديث 1349، ومسند أبي داود الطيالسي (1/142، حديث 166)۔ ==

علی بن ابی طالب سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ پست قد تھے نہ بے تکے لمبے، سر اور داڑھی کے بال نہایت بھاری تھے، دونوں ہتھیلیاں اور پیر نہایت ٹھوس تھے، چہرہ مبارک سرخی مائل تھا، سینۂ مبارک سے اترنے والا بال لمبا تھا، جوڑ کی ہڈیاں ٹھوس تھیں، جب چلتے تھے تو زوردار چلتے تھے گویا نشیب میں اتر رہے ہوں، میں نے آپ جیسا آپ سے پہلے اور بعد میں کسی کو نہ دیکھا۔

⑤ ''فِي لِحْيَتِهِ كَثَافَةٌ'' (آپ کی داڑھی گھنی تھی)

حضرت ام معبد عاتکہ بنت خالد کعبیہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا سفر ہجرت کے سیاق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ مبارک کا جامع ترین نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتی ہیں:

''وَفِي لِحْيَتِهِ كَثَافَةٌ'' (۱)۔

آپ کی داڑھی خوب گھنی تھی۔

جبکہ بعض روایات میں ''کثافۃ'' کے بجائے ''کثاثۃ'' کا لفظ وارد ہے (۲)۔

یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک کے وصف کے سلسلہ میں وارد پانچ الفاظ ہیں، جن سے

=== ومسند البزار، البحر الزخار (2/118) حدیث 474، وشرح السنۃ للبغوی (13/221) حدیث 3641، الطبقات الکبری ط دار صادر (1/411)، ودلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب رأس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصفۃ لحیتہ (1/216) وباب جامع صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (1/268)، وتاریخ دمشق لابن عساکر (3/251، 252، 256) حدیث 633، 634، 642۔ وسیر أعلام النبلاء ط الرسالۃ (سیرۃ 2/360)، وتہذیب الکمال فی أسماء الرجال (1/213)، والانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی (ص: 143، حدیث 156) دیکھئے: مشکاۃ المصابیح بتحقیق علامہ البانی رحمہ اللہ (3/1612، حدیث 5790)۔

(۱) دیکھئے: شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ والجماعۃ (4/779)، والتلخیص الحبیر (1/93)، والبدر المنیر (1/668)، وخلاصۃ سیر سید البشر (ص:76)، وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (1/238)۔

(۲) دیکھئے: کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، از علی المتقی الہندی (16/671)۔

داڑھی مبارک کی سچی تصویر واضح ہوتی ہے، یہ دراصل داڑھی کے سلسلہ میں وارد آپ کے تاکیدی حکم یعنی آپ کی قولی حدیثوں کی عملی تطبیق ہے۔

اسی طرح بعض دیگر احادیث سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی کی لمبائی اور ضخامت کا اندازہ ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ''عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِخَبَّابِ بْنِ الأَرَتِّ: أَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالعَصْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: قُلْتُ: بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قِرَاءَتَهُ؟ قَالَ: بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ''[۱]۔

ابومعمر سے مروی ہے: بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خباب بن ارت سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر اور عصر میں قراءت کیا کرتے تھے؟ انھوں نے بتلایا کہ ہاں، ہم نے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس طرح معلوم ہوتا تھا؟ فرمایا کہ آپ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک لمبی تھی، بایں طور کہ قراءت کے سبب ہلتی تھی، مزید یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اسے دیکھتے تھے، اس سے ظاہر ہے کہ اگر لمبی نہ ہوتی تو نہ اس میں اضطراب ہوتا نہ ہی صحابہ کے لئے دیکھنا ممکن ہوتا[۱]۔

۲۔ ''عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه، قَالَ: أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَبَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ: هَلَكَ المَالُ وَجَاعَ العِيَالُ، فَادْعُ اللَّهَ لَنَا، فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا وَضَعَهَا حَتَّى ثَارَ

(۱) صحیح البخاری ،کتاب الاذان، باب القراءۃ فی العصر(1/ 152، حدیث 761)، نیز دیکھئے: حدیث (777،760،746)۔

(۲) دیکھئے: الجامع فی احکام اللحیۃ للرازحی، (ص28)۔

السَّحَابُ أَمْثَالَ الجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ المَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ ﷺ''(۱)۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قحط پڑا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کہا یا رسول اللہ! جانور مر گئے اور اہل وعیال اناج کو ترس گئے۔ آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے، اس وقت بادل کا ایک ٹکڑا بھی آسمان پر نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھوں کو نیچے بھی نہیں کیا تھا کہ پہاڑوں کی طرح گھٹا امڈ آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک پر ڈھلک رہا تھا۔

جبکہ کسی صحیح روایت میں کسی بھی طرح کم یا زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے داڑھی کا کاٹنا یا کترنا وغیرہ ثابت نہیں ہے، جو روایات وارد ہیں وہ ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں، تفصیلات ضعیف وموضوع روایات کے ضمن میں دسویں فصل میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی داڑھیاں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قولی وفعلی اسوہ پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوری طرح عمل کیا، چنانچہ احادیث اور تاریخ وسیر کی کتابوں میں ان کی داڑھیاں اور داڑھیوں کا وصف بھی مرقوم ہے، جس سے ان کی داڑھیوں کی کیفیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، ذیل میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اختصار کے پیش نظر بطور مثال صرف خلفاء راشدین کی داڑھیوں کا خصوصی وصف اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمومی طریقہ بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب الاستسقاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ (2/12، حدیث 993)۔

① ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

عَنْ أَنَسٍ خَادِمِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ''قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَيْسَ فِي أَصْحَابِهِ أَشْمَطُ غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ، فَغَلَفَهَا بِالحِنَّاءِ، وَالكَتَمِ''(۱)۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی آپ کے اصحاب میں ایسا نہیں تھا جس کے بال سفید ہو رہے ہوں، اس لئے آپ نے مہندی اور وسمہ کا خضاب استعمال کیا تھا۔

وَعن أَنَس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: ''قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ المَدِينَةَ فَكَانَ أَسَنَّ أَصْحَابِهِ أَبُو بَكْرٍ، فَغَلَفَهَا بِالحِنَّاءِ وَالكَتَمِ حَتَّى قَنَأَ لَوْنُهَا''(۲)۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سب سے زیادہ عمر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تھی اس لئے انہوں نے مہندی اور وسمہ کا خضاب استعمال کیا۔ اس سے آپ کے بالوں کا رنگ خوب سرخ مائل بہ سیاہی ہو گیا۔

اس سے مراد داڑھی کے بال ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''الْمُرَادُ اللِّحْيَةُ وَإِنْ لَمْ يَقَعْ لَهَا ذِكْرٌ ''(۳)۔

اس سے مراد داڑھی کے بال ہیں' گرچہ حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَضَبَ؟ فَقَالَ: ''لَمْ يَبْلُغِ الْخِضَابَ كَانَ فِي لِحْيَتِهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ'' قَالَ:

(۱) صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وأصحابہ إلی المدینۃ (5/65، حدیث 3919)۔
(۲) صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وأصحابہ إلی المدینۃ (5/65، حدیث 3920)۔
(۳) فتح الباری لابن حجر (7/258)۔

قُلْتُ لَهُ: أَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَخْضِبُ؟ قَالَ: فَقَالَ: نَعَمْ، بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ[۱]۔

ابن سیرین سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب لگایا؟؟، انہوں نے کہا: خضاب لگانے کی نوبت ہی نہ آئی، آپ کی داڑھی میں بس چند ہی بال سفید تھے۔ کہتے ہیں: میں نے پھر پوچھا: کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خضاب لگایا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! مہندی اور وسمہ کا۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: ''رَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ، وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَأَنَّهُمَا جَمْرُ الْغَضَا''[۲]۔

ابوجعفر انصاری سے مروی ہے: کہتے ہیں میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ کے سر اور داڑھی کے بال آگ کے انگارے کی طرح سرخ تھے۔

② عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ:

سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ ﷺ؟ فَقَالَ: لَوْ شِئْتُ أَنْ أَعُدَّ شَمَطَاتٍ كُنَّ فِي رَأْسِهِ فَعَلْتُ، وَقَالَ: ''لَمْ يَخْتَضِبْ'' وَقَدِ اخْتَضَبَ أَبُو بَكْرٍ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ'' وَاخْتَضَبَ عُمَرُ بِالْحِنَّاءِ بَحْتًا''[۳]۔

انس بن مالک سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا: اگر میں چاہتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر میں سفید بالوں کو گن سکتا تھا، اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا، البتہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہندی اور وسمہ کا خضاب لگایا، اور عمر رضی اللہ عنہ نے خالص مہندی کا۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (4/ 1821، حدیث 2341)۔

(۲) الطبقات الکبری، (3/ 189)، نیز دیکھئے: مصنف ابن أبی شیبۃ (5/ 182، حدیث 25010)۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (4/ 1821، حدیث 2341)۔

ا۔ ''كان كثّ اللحية'' (آپ کی داڑھی گھنی تھی) (۱)۔

۲۔ ''وكانت لحيته عظيمة'' (آپ کی داڑھی بڑی عظیم تھی) (۲)۔

③ عثمان رضی اللہ عنہ:

ا۔ ''طويل اللحية'' (آپ کی داڑھی لمبی تھی)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، قَالَ: ''رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ، عَلَيْهِ إِزَارٌ عَدَنِيٌّ غَلِيظٌ، ثَمَنُهُ أَرْبَعَةُ دَرَاهِمَ أَوْ خَمْسَةٌ، وَرَيْطَةٌ كُوفِيَّةٌ مُمَشَّقَةٌ، ضَرْبُ اللَّحْمِ، طَوِيلُ اللِّحْيَةِ، حَسَنُ الْوَجْهِ'' (۳)۔

عبد اللہ بن شداد کہتے ہیں: میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے روز ممبر پر دیکھا، آپ نے موٹا عدنی تہبند جس کی قیمت چار یا پانچ درہم تھی، اور مشق (ایک قسم کا

(۱) مختصر تاریخ دمشق (18 / 266)، والاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (3 / 1146)، وتہذیب الکمال فی أسماء الرجال (21/323)، والریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ (2/274)۔

(۲) تاریخ دمشق لابن عساکر (44 / 352)، وتاریخ الطبری ''تاریخ الرسل والملوک'' (4 / 206)، وفضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل (1 / 290، حدیث 382)۔ نیز دیکھئے: دراسۃ نقدیۃ فی المرویات فی شخصیۃ عمر بن الخطاب، از عبد السلام بن محسن آل عیسی۔ موصوف عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی کے وصف کے سلسلہ فرماتے ہیں: ''وكان رضي الله عنه ذا لحية عظيمة'' پھر حاشیہ میں طویل تخریج کے بعد فرماتے ہیں: ''فالأثر حسن من طريقي أحمد والطبري'' روایت امام احمد اور طبری کی سند سے حسن ہے۔

(۳) المعجم الکبیر للطبرانی (1 / 75، حدیث 92)، والمستدرک علی الصحیحین للحاکم (3 / 103، حدیث 4532)، وشعب الایمان (8 / 254، حدیث 5778)، ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد (9 / 80، حدیث 14492)، امام ہیثمی فرماتے ہیں: اسے طبرانی نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند حسن ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح اور صحیح لغیرہ موقوف قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب (2 / 231، حدیث 2084 (صحیح) و (3 / 156، حدیث 3300) (صحیح لغیرہ موقوف)۔

رنگ) میں رنگا ہوا ہلکا کپڑا زیب تن کر رکھا تھا۔ جسم ہلکا تھا، داڑھی لمبی تھی اور نہایت خوبصورت تھے۔

۲۔ ''كبير اللحية عظيمها...كثير اللحية عظيمها'' (آپ کی داڑھی بہت بڑی اور عظیم تھی اور اس میں بکثرت بال تھے)[۱]۔

۳۔ ''عظيم اللحية'' (آپ کی داڑھی عظیم تھی)[۲]۔

۴۔ ''عظيم اللحية طويلها'' (آپ کی داڑھی عظیم اور لمبی تھی)[۳]۔

④ علی رضی اللہ عنہ:

۱۔ ''كبير اللحية'' (آپ کی داڑھی بڑی تھی)[۴]۔

۲۔ ''طَوِيلَ اللِّحْيَةِ'' (آپ کی داڑھی لمبی تھی)[۵]۔

۳۔ ''عظيم اللحية'' (آپ کی داڑھی عظیم تھی)[۶]۔

۴۔ ''كثير اللحية'' (آپ کی داڑھی میں بہت زیادہ بال تھے)[۷]۔

۵۔ ''ضَخْمُ اللِّحْيَةِ'' (آپ کی داڑھی گھنی اور بھاری تھی)[۸]۔

---

(۱) تاریخ دمشق لابن عساکر (39/20)، ومختصر تاریخ دمشق (16/111)۔

(۲) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (4/377)۔

(۳) الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ (3/7)۔

(۴) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (3/1123)۔

(۵) الطبقات الکبری ط دار صادر (3/26)، وتاریخ دمشق لابن عساکر (42/11) ومختصر تاریخ دمشق (17/299)۔

(۶) تاریخ دمشق لابن عساکر (42/571)، وتاریخ الاسلام تحقیق بشار (2/351) وسیر أعلام النبلاء (راشدون/226)۔

(۷) تہذیب الکمال فی أسماء الرجال (20/489)۔

(۸) الطبقات الکبری ط دار صادر، (3/25) و(6/314)، وتاریخ دمشق لابن عساکر (46/215)۔

۶۔''عظيم اللحية قد ملأت صدره''،''كبير اللحية قَدْ ملأت صدره''،''تملأ لحيته صدره''(آپ کی داڑھی بڑی اور عظیم تھی جس سے آپ کا سینہ بھر گیا تھا) [(۱)]۔

۷۔ ''لَهُ لِحْيَةٌ قَدْ مَلأَتْ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيْه''،''عظيم اللحية جدًّا، قد ملأت ما بين منكبيه''(آپ کی داڑھی بہت زیادہ بڑی تھی، جس سے دونوں مونڈھوں کا درمیانی حصہ بھر گیا تھا) [(۲)]۔

۸۔ ''ما رأيت أعظم لحية منه''(میں نے آپ سے عظیم تر داڑھی والا نہ دیکھا)۔

قال الشعبي:''رأيت عليا أبيض اللحية، ما رأيت أعظم لحية منه''[(۳)]۔

شعبی فرماتے ہیں: میں نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ کی داڑھی سفید تھی، میں نے آپ سے عظیم تر داڑھی والا نہ دیکھا۔

۹۔ "أَعْرَضُ لِحْيَةٍ، قَدْ مَلأَتْ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيْه"(نہایت چوڑی داڑھی تھی جس سے دونوں مونڈھوں کا درمیان حصہ بھر گیا تھا)

عَنْ عَامِرٍ قَالَ:''مَا رَأَيْتُ رَجُلًا قَطُّ أَعْرَضَ لِحْيَة مِنْ عَلِيٍّ، قَدْ مَلأَتْ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ، بَيْضَاءُ''[(۴)]۔

عامر شعبی سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ چوڑی داڑھی والا

---

(۱) تاریخ دمشق لابن عساکر (42/20)، وأسد الغابۃ ط العلمیۃ (4/115)، وإرشاد الاریب إلی معرفۃ الادیب (1811/4)۔

(۲) معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم (1/79)، حدیث 303، وتاریخ الخلفاء للسیوطی (ص130)۔

(۳) سیر أعلام النبلاء (2/496)۔

(۴) الطبقات الکبری لابن سعد (3/18)، و(3/26)، ومختصر تاریخ دمشق (18/96)، ومصنف ابن أبی شیبۃ (5/186)، حدیث 25055، ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد للہیثمی (9/101، حدیث 14590)، امام ہیثمی فرماتے ہیں: اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اوراس کے راویان صحیح کے راویان ہیں۔

کسی کو نہ دیکھا، اس سے دونوں مونڈھوں کا درمیانی حصہ بھر گیا تھا، اور وہ سفید تھی۔

داڑھی کے سلسلہ میں عام صحابۂ کرام کا عمل:

داڑھی کے بارے میں عام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی عمل یہی تھا، وہ بھرپور داڑھیاں رکھتے تھے، اور اسے چھیلنے، شیو کرنے اور کاٹنے چھانٹنے سے گریز کرتے تھے، اس سلسلہ کی چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، قَالَ: ''رَأَيْتُ خَمْسَةً مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَقُمُّونَ شَوَارِبَهُمْ وَيُعْفُونَ لِحَاهُمْ وَيَصُرُّونَهَا: أَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ، وَالْحَجَّاجَ بْنَ عَامِرٍ الثُّمَالِيَّ، وَالْمِقْدَامَ بْنَ مَعْدِيكَرِبَ، وَعَبْدَ اللهِ بْنَ بُسْرٍ الْمَازِنِيَّ، وَعُتْبَةَ بْنَ عَبْدٍ السُّلَمِيَّ، كَانُوا يَقُمُّونَ مَعَ طَرَفِ الشَّفَةِ''(۱)۔

شرحبیل بن مسلم سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ صحابہ کو دیکھا کہ وہ اپنی مونچھیں کاٹتے تھے اور اپنی داڑھیاں چھوڑ دیا کرتے تھے: ابوامامہ الباہلی، حجاج بن عامر الثمالی، مقدام بن معدیکرب، عبد اللہ بن بسر المازنی اور عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہم، یہ لوگ مونچھوں کو ہونٹ کے کنارے سے کاٹ دیا کرتے تھے۔

وعن عُثْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ ''أَنَّهُ رَأَى أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، وَجَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، وَسَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ، وَأَبَا أُسَيْدٍ الْبَدْرِيَّ،

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی (3/ 225، حدیث 3218)، و(20/ 262، حدیث 617)، وشعب الایمان (8/ 423، حدیث 6032)، ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد (5/ 167، حدیث 8852)، وقال: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ''، والآحاد والمثانی لابن أبی عاصم (2/ 443، حدیث 1236)، و(4/ 372، حدیث 2413)، و(4/ 391، حدیث 2436)، ومسند الشامیین للطبرانی (1/ 308، حدیث 540)۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن اور جید قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (9/ 53) و(11/ 798)۔

وَرَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ، وَأَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ يَأْخُذُونَ مِنَ الشَّوَارِبِ كَأَخْذِ الْحَلْقِ، وَيُعْفُونَ اللِّحَى، وَيَنْتِفُونَ الْآبَاطَ'' (۱)۔

اورعثمان بن عبید اللہ بن رافع سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوسعید خدری، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمر، سلمہ بن اکوع، ابوسعید بدری، رافع بن خدیج اورانس بن مالک رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ اپنی مونچھیں مونڈنے کے قریب کاٹتے تھے، اور داڑھیاں بڑھاتے تھے اور بغلوں کے بال اکھیڑتے تھے۔

اسی طرح بریرہ اور مغیث کے واقعہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

'' أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ مُغِيثٌ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ خَلْفَهَا يَبْكِي وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى لِحْيَتِهِ'' (۲)۔

بریرہ کے شوہر مغیث غلام تھے، میں گویا انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ بریرہ کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں، اور رو رہے ہیں، اور ان کے آنسو اُن کی داڑھی پر بہہ رہے ہیں۔

کتب احادیث اور تاریخ وسیر کی ان روایات سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی فطرت سلیمہ پر قائم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عامل تھے، چنانچہ وہ پورے طور پر داڑھیاں رکھتے تھے، جیسا کہ آپ نے ان کی داڑھیاں اور لمبائی و چوڑائی میں ان کا

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی (1/ 241، حدیث 668)، ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد (5/ 166، حدیث 8847)۔ امام ہیثمی فرماتے ہیں: اسے طبرانی نے روایت کیا ہے، میں اس عثمان کو نہیں جانتا البتہ بقیہ رجال صحیح کے ہیں۔ لیکن ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: عثمان کو ابن ابوحاتم نے ذکر کیا ہے (الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم 6/ 156)، اُن پر کسی نے جرح نہیں کیا ہے اور بقیہ رجال صحیح کے ہیں، دیکھئے: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (5/ 163)۔ عثمان بن عبیداللہ کو امام بخاری نے التاریخ الکبیر للبخاری (6/ 2262/232) میں بھی ذکر کیا ہے اور سکوت فرمایا ہے، اور ساتھ ہی امام ابن حبان نے اسے اپنی کتاب ''الثقات'' (7/ 190) میں ذکر کیا ہے۔ لہٰذا روایت حسن ہے، دیکھئے: الجامع فی احکام اللحیۃ (ص56)۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی زوج بریرۃ (7/ 48، حدیث 5283)۔

عملی وصف ملاحظہ فرمایا۔

یہی نہیں بلکہ اگر ان میں کوئی فطری طور سے بغیر داڑھی کے ہوتا تھا تو وہ اس پر بڑی حیرت اور تعجب کیا کرتے تھے، اور یہ اس بات کی بدیہی دلیل ہے کہ وہ بالعموم داڑھی والے ہوا کرتے تھے، عمداً وقصداً داڑھیاں نہ رکھنے یا اسے کاٹنے، شیو کرنے یا کسی بھی طرح اس سے فرار اختیار کرنے کا قطعاً کوئی تصور نہ تھا، چنانچہ اس سلسلہ میں ایک نام قیس بن سعد رضی اللہ عنہ [۱] کا سیرت وتاریخ میں معروف ہے کہ فطری طور پر ان کے چہرے پر داڑھی نہ تھی۔

امام ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ ان کی سیرت میں لکھتے ہیں:

''كَانَ قَيْس بْن سَعْد رجلا، ضخما، جسيما، صغير الرأس، ليست له لحية''[۲]۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ ایک بھاری بھرکم، موٹے، چھوٹے سر والے انسان تھے، آپ کو داڑھی نہ تھی۔

اور امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

(۱) یہ صحابی رسول ﷺ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، یہ نبی کریم ﷺ کے محافظ، سیکیورٹی اور پولیس کی حیثیت سے تھے، اور انھوں نے آپ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی، آپ کے دوسرے دس سالہ خادم انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"إِنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ كَانَ يَكُونُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَنْزِلَةِ صَاحِبِ الشُّرَطِ مِنَ الأَمِيرِ''۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایسے ہی تھے جیسے امیر کے سامنے اس کا محافظ ہوا کرتا ہے۔

[صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب الحاکم یحکم بالقتل علی من وجب علیہ (9/ 65، حدیث 7155)۔ نیز دیکھئے التاریخ الکبیر للبخاری بحواشی محمود خلیل (7/ 141، نمبر 636، وتہذیب التہذیب (8/ 395، نمبر 702، والاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (5/ 359، نمبر 7192)]۔

(۲) تہذیب الکمال فی أسماء الرجال (24/ 40-42، نمبر 4906)۔ نیز دیکھئے: تاریخ الاسلام ت بشار (2/ 532، نمبر 75)، وأسد الغابۃ ط العلمیۃ (4/ 404)۔

''وَكَانَ رجلا طوالا سناطا''[1]۔

وہ ایک لمبے قد کے بغیر داڑھی کے آدمی تھے۔

اور مردانگی کی نہایت جلی علامت داڑھی کی عدم موجودگی کا احساس انہیں کس قدر پریشان کرتا تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ انصار رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے: اے کاش اگر داڑھی خرید کر حاصل کرنا ممکن ہوتا تو ہم قیس بن سعد کے لئے اپنے پیسوں سے داڑھی خرید لاتے!!

چنانچہ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی سیرت میں نقل کرتے ہیں:

''إن الأنصار كانوا يقولون: وددنا أن نشتري لقيس بن سعد لحية بأموالنا، وَكَانَ مع ذَلِكَ جميلا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ''[2]۔

انصار کہا کرتے تھے: ہماری چاہت ہوتی ہے کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے لئے اپنے پیسے سے داڑھی خرید لائیں[3]، قیس رضی اللہ عنہ اس کے باوجود بھی خوبصورت تھے[4]۔

---

(۱) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (3/1290)، والاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (5/360)

سناط کے معنی بے ریش کے ہیں، علامہ ابن منظور فرماتے ہیں: "والسِّناطُ والسُّناطُ والسَّنُوطُ، كُلُّهُ: الَّذِي لَا لِحْيَةَ لَهُ، وَقِيلَ: هُوَ الَّذِي لَا شَعَرَ فِي وَجْهِهِ البَتَّةَ" (لسان العرب 7/325)۔

سناط: اسے کہتے ہیں جسے داڑھی نہ ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کے چہرہ میں سرے سے کوئی بال نہ ہو۔

(۲) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (3/1292)، والاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (5/360)، وأسد الغابۃ ط العلمیۃ (4/404)۔

(۳) یہ داڑھی کے سلسلہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا شوق وجذبہ تھا، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ مصنوعی داڑھیاں بنائی اور خریدی جائیں اور مختلف تمثیلیات اور ڈراموں میں اسے لگایا اور نکالا جائے، جیسا کہ آج کل غیروں کے ساتھ خود مسلمان بھی کررہے ہیں، بلکہ یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلم کھلا استہزاء اور مذاق ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس مصنوعی داڑھی پر داڑھی کا اطلاق بھی شرعاً درست نہیں، کیونکہ داڑھی کا اطلاق اُگنے والے بالوں پر ہوتا ہے، جیسا کہ علماء کرام نے داڑھی کی شرعی تعریف کے بیان میں کہا ہے، دیکھئے: داڑھی کی شرعی تعریف، ص (20)۔

(۴) انصاری صحابۂ کرام کا یہ جملہ نہایت اہم اور قابل غور ہے، اس طور پر کہ گویا صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہاں ===

سلف صالحین صحابہ وتابعین میں قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے علاوہ کچھ اور شخصیتیں بھی بغیر داڑھی سے معروف ہیں، چنانچہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ذكر الزُّبَيْر بْن بكار أن قَيْس بْن سَعْد بْن عبادة، وعبد الله بْن الزُّبَيْر، وشريحا القاضي، لم يكن فِي وجوههم شعرة ولا شيء من لحية''[۱]۔

زبیر بن بکار نے ذکر کیا ہے کہ قیس بن سعد بن عبادہ، عبداللہ بن زبیر اور شریح قاضی کو داڑھی تھی نہ ان کے چہرہ پر کوئی بال تھا۔

واضح رہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی داڑھیوں کے سلسلہ میں وارد سیرت کی بعض روایات میں بسا اوقات کچھ کلام بھی ہے، لیکن مجموعی طور پر تمام روایتیں حسن کا درجہ پاتی ہیں، کیونکہ روایات کو باہم تقویت حاصل ہوتی ہے، نیز یہ کہ یہ تمام روایتیں دراصل نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قولی وفعلی احادیث کی شاہد ہیں[۲]۔

علمائے امت کے اقوال:

داڑھی رکھنے، اسے بڑھانے، اپنی حالت پر چھوڑ دینے کے وجوب اور اس کے حلق کرنے، مونڈنے اور شیو کرنے کی حرمت کے سلسلہ میں بلا اختلاف مسلک علمائے امت کے اقوال بکثرت

=== اصل میں ایک مرد کا داڑھی والا ہونا سراپا جمال اور خوبصورتی کی علامت تھا، اور اس کے برعکس بغیر داڑھی ہونا مردانہ نقص وعیب اور بدصورتی تھا، اسی لئے انہوں نے داڑھی کے بغیر قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا کہ اس کے باوجود وہ خوبصورت تھے، ورنہ داڑھی کے بغیر ایک مرد خوبصورت نہیں لگتا!

اس کے برعکس آج کے بعض مغربیت ونسوانیت زدہ مسلمان بالخصوص نوجوان اپنی تمام تر خوبصورتی کا راز بے داڑھی ہونے میں سمجھتے ہیں اور اس کے لئے چھیلنے اور شیو کرنے کے علاوہ بھی بڑی کوششیں اور جتن کرتے ہیں، تاکہ دیکھنے والوں کی نگاہوں میں کسی طرح داڑھی والے نہ لگیں۔ فلاحول ولاقوۃ إلا باللہ۔

(۱) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (3/1292)۔ نیز دیکھئے: الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ (5/360)۔

(۲) دیکھئے: الجامع فی احکام اللحیۃ، از علی بن احمد الرازحی، ص 46-56)۔

ہیں، چند اقوال حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا:

''فإيّاك والمثلة: جزّ الرّأس واللّحية؛ فإن رسول الله ﷺ نهى عن المثلة''[۱]۔

مثلہ کرنے سے یعنی سر اور داڑھی کے بال کاٹنے سے بچو، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مثلہ سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ويحرم حلق اللحية''[۲]۔

داڑھی مونڈنا حرام ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

''فَأَمَّا حَلْقُهَا فَمِثْلُ حَلْقِ الْمَرْأَةِ رَأْسَهَا وَأَشَدُّ؛ لِأَنَّهُ مِنَ الْمُثْلَةِ الْمَنْهِيِّ عَنْهَا وَهِيَ مُحَرَّمَةٌ''[۳]۔

داڑھی کا مونڈنا عورت کے بال مونڈنے کے مثل بلکہ اس سے بھی شدید تر ہے، کیونکہ وہ منع کردہ مثلہ کے قبیل سے ہے جو حرام ہے۔

۳۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَمِنْهَا: (أي المحرمات)حَلْقُ اللِّحْيَةِ، وَقَدْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِإِعْفَائِهَا

---

(۱) تاریخ دمشق لابن عساکر (45/ 3)، مختصر تاریخ دمشق (19/ 53)، نیز دیکھئے: آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ، ص:(211)

(۲) الفتاوی الکبری لابن تیمیۃ (5/302)، والاختیارات العلمیۃ لشیخ الاسلام رحمہ اللہ (1/ 7)۔

(۳) شرح عمدۃ الفقہ لابن تیمیۃ (1/236)۔

وَتَوْفِيرِهَا"[1]۔

داڑھی کا مونڈنا بھی محرمات میں سے ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوڑ دینے اور بڑھانے کا حکم دیا ہے۔

۴۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"يُكْرَهُ حَلْقُ اللِّحْيَةِ وَقَصُّهَا وَتَحْذِيفُهَا"[2]۔

داڑھی مونڈنا، کاٹنا اور ختم کرنا مکروہ (یعنی متقدمین کی اصطلاح میں حرام) ہے۔

۵۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَاتَّفَقُوا أَن حلق جَمِيع اللِّحْيَة مثلَة لَا تجوز"[3]۔

اہل علم کا اتفاق ہے کہ پوری داڑھی کا مونڈنا مثلہ ہے جو کہ جائز نہیں۔

۶۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالْمُخْتَارُ تَرْكُ اللِّحْيَةِ عَلَى حَالِهَا وَأَلَّا يَتَعَرَّضَ لها بتقصير شئ أَصْلًا"[4]۔

پسندیدہ بات یہ ہے کہ داڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے، کسی طرح کے کاٹ چھانٹ سے اس سے تعرض نہ کیا جائے۔

۷۔ امام ابوشامہ دمشقی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَقَدْ حَدَثَ قَوْمٌ يَحْلِقُونَ لِحَاهُمْ وَهُوَ أَشَدُّ مِمَّا نُقِلَ عَنِ الْمَجُوسِ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُصُّونَهَا"[5]۔

---

(۱) مدارج السالکین بین منازل إیاک نعبد وإیاک نستعین (3/47)۔

(۲) فتح الباری لابن حجر (10/350)، ونیل الاوطار (1/143)۔

(۳) مراتب الاجماع (ص:157)، نیز دیکھئے: المحلی از امام ابن حزم رحمہ اللہ (2/189)۔

(۴) شرح النووی علی مسلم (3/151)۔

(۵) فتح الباری لابن حجر (10/351)۔

کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو اپنی داڑھیاں مونڈتے ہیں، یہ تو مجوسیوں کے بارے میں جو بتلایا جاتا ہے کہ وہ کاٹتے تھے، اس سے بھی شدید تر ہے۔

۸۔ امام زین الدین عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَاسْتَدَلَّ بِهِ الْجُمْهُورُ عَلَى أَنَّ الْأَوْلَى تَرْكُ اللِّحْيَةِ عَلَى حَالِهَا وَأَنْ لَا يُقْطَعَ مِنْهَا شَيْءٌ''(۱)۔

اس سے جمہور نے استدلال کیا ہے کہ بہتر یہی ہے کہ داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، اس میں سے کچھ بھی نہ کاٹا جائے۔

۹۔ اما قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فلا يجوز حلقُها ، ولا نتفُها ، ولا قص الكثير منها''(۲)۔

داڑھی کا مونڈنا، اکھیڑنا اور اس کا زیادہ کاٹنا جائز نہیں۔

۱۰۔ محمد بن احمد علیش مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَيَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ حَلْقُ اللِّحْيَةِ''(۳)۔

آدمی کے لئے داڑھی مونڈنا حرام ہے۔

۱۱۔ محدث العصر امام ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مما سبق من النصوص يمكن للمسلم الذي لم تفسد فطرته أن يأخذ منها أدلة كثيرة قاطعة على وجوب إعفاء اللحية وحرمة حلقها''(۴)۔

---

(۱) طرح التثریب فی شرح التقریب (2/83)۔

(۲) المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم (1/139)۔

(۳) منح الجلیل شرح مختصر خلیل (1/82)۔

(۴) تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ (ص:82)۔

سابقہ نصوص سے ایک سلیم الفطرت مسلمان داڑھی بڑھانے کے وجوب اور منڈانے کی حرمت کے بکثرت قطعی دلائل لے سکتا ہے۔

اسی طرح آداب الزفاف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''ومما لا ريب فيه – عند من سلمت فطرته وحسنت طويته – أن كل دليل من هذه الأدلة الأربعة كاف لإثبات وجوب إعفاء اللحية وحرمة حلقها فكيف بها مجتمعة؟!''(۱)۔

ایک سلیم الفطرت اور نیک باطن شخص کو اس میں کوئی شک نہیں کہ ان چاروں دلائل میں سے ہر دلیل داڑھی بڑھانے کا وجوب اور منڈانے کی حرمت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے؛ چہ جائے کہ چاروں اکٹھا ہو جائیں۔

۱۲۔ سماحۃ الشیخ علامہ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وقد اتفقت المذاهب الأربعة على وجوب توفير اللحية وحرمة حلقها والأخذ القريب منه''(۲)۔

داڑھی بڑھانے کے وجوب اور اسے منڈانے اور منڈانے کے قریب تک کٹوانے کی حرمت پر چاروں مذاہب کا اتفاق ہے۔

۱۳۔ علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إن حلق اللحية محرم''(۳)۔

یقیناً داڑھی منڈانا حرام ہے۔

---

(۱) آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ (ص:210)۔

(۲) مجموع فتاوی ابن باز (25/351)۔

(۳) شرح ریاض الصالحین (2/54)، نیز دیکھئے: مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (11/125)۔

نیز فرماتے ہیں:

''حلق اللحية من الكبائر باعتبار إصرار الحالقين''[1]۔

بار بار منڈانے کے اعتبار سے داڑھی کا منڈانا گناہ کبیرہ ہے۔

۱۴۔ محفوظ بن احمد ابو الخطاب الکلوذانی فرماتے ہیں:

''في حَلقِ اللِّحيةِ إذا لَم تَنبَت كَمالُ الدِيَةِ''[2]۔

داڑھی مونڈنے میں بشرطیکہ نہ اُگے مکمل دیت ہے۔

۱۵۔ شیخ عبد العزیز بن محمد السلمان فرماتے ہیں:

''يحرم حلقها وقصها ونتفها وتحريقها''[3]۔

داڑھی کا مونڈنا، کاٹنا، اکھیڑنا اور جلانا سب حرام ہے۔

۱۶۔ موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے:

''ذَهَبَ جُمْهُورُ الْفُقَهَاءِ: الْحَنَفِيَّةُ وَالْمَالِكِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ، وَهُوَ قَوْلٌ عِنْدَ الشَّافِعِيَّةِ، إِلَى أَنَّهُ يَحْرُمُ حَلْقُ اللِّحْيَةِ لِأَنَهُ مُنَاقِضٌ لِلأَمْرِ النَّبَوِيِّ بِإِعْفَائِهَا وَتَوْفِيرِهَا''[4]۔

جمہور فقہائے حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور ایک قول کے مطابق شافعیہ کا مذہب ہے کہ داڑھی مونڈنا حرام ہے؛ کیونکہ ایسا کرنا نبی کریم ﷺ کے حکم کے خلاف ہے، جس میں آپ نے اسے چھوڑ دینے اور بڑھانے کا حکم دیا ہے۔

---

(۱) فتاوی نور علی الدرب علامہ محمد بن عثیمین (2/7)۔

(۲) الہدایۃ علی مذہب الامام أحمد (ص:519)۔

(۳) الاسئلۃ والاجوبۃ الفقہیۃ (1/18)۔

(۴) الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ (35/225)۔

۱۷۔ محمد بن ابراہیم تویجری فرماتے ہیں:

''يحرم على الإنسان حلق اللحية أو تقصيرها''(۱)۔

انسان کے لئے داڑھی مونڈنا یا کاٹنا حرام ہے۔

۱۸۔ فتاویٰ لجنہ دائمہ میں ہے:

''حلق اللحية والأخذ منها حرام''(۲)۔

داڑھی چھیلنا اور کچھ بھی کاٹنا حرام ہے۔

۱۹۔ الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ میں ہے:

''قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله: يحرم حلق اللحية ; وقال القرطبي: لا يجوز حلقها ولا نتفها ولا قصها، وحكى أبو محمد بن حزم الإجماع على أن قص الشارب وإعفاء اللحية فرض''(۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: داڑھی مونڈنا حرام ہے؛ اور امام قرطبی فرماتے ہیں: داڑھی کا مونڈنا، اکھیڑنا اور کاٹنا جائز نہیں، اور امام ابن حزم نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کی فرضیت پر اجماع نقل کیا ہے۔

۲۰۔ علامہ محمد امین ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعُ لِحْيَتِهِ''(۴)۔

آدمی کے لئے داڑھی کاٹنا حرام ہے۔

---

(۱) موسوعۃ الفقہ الاسلامی (2/324)۔

(۲) فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (1/581)، و(5/11)، و(5/175)، و(4/57)۔

(۳) الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ (15/336)۔

(۴) الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار) (6/407)۔

نیز فرماتے ہیں:

''وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُونَ ذَلِكَ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ، وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ أَحَدٌ، وَأَخْذُ كُلِّهَا فِعْلُ يَهُودِ الْهِنْدِ وَمَجُوسِ الْأَعَاجِمِ''[۱]۔

رہا داڑھی کا مشت سے کم کرنا جیسا کہ بعض اہل مغرب اور ہیجڑے کرتے ہیں' تو اسے کسی نے مباح نہیں کہا ہے، اور پورا کاٹنا ہند کے یہود اور عجمی مجوسیوں کا شیوہ ہے۔

۲۱۔ علامہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فَلَا بُد من إعفائها، وقصها سنة الْمَجُوس، وَفِيه تَغْيِير خلق الله''[۲]۔

داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دینا ضروری ہے، اسے کاٹنا مجوسیوں کا طریقہ ہے اور اس میں خلق الٰہی کی تبدیلی ہے۔

۲۲۔ شیخ محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وقد ذهب أصحاب المذاهب الأربعة ، وغيرهم أن حلق اللحية حرام، وأن حالقها اثم فاسق''[۳]۔

چاروں مذاہب کے علماء اور دیگر لوگوں کا مذہب ہے کہ داڑھی منڈانا حرام ہے اور منڈانے والا فاسق گنہ گار ہے۔

داڑھی چھیلنے اور شیو کرنے کی حرمت کے سلسلہ میں علمائے امت کے یہ چند اقوال وفرمودات ہیں، جن سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ بشمول تمام مذاہب فقہیہ اہل علم نے اسے صریح لفظوں میں حرام قرار دیا ہے۔

---

(۱) الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار) (2/418)۔

(۲) حجۃ اللہ البالغۃ (1/309)۔

(۳) وجوب إعفاء اللحیۃ (ص36)۔

تیسری فصل:

داڑھی انبیاء ورسل علیہم السلام کی سنت ہے

داڑھی نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء کی بھی سنت اوران کے حلیے اورشمائل کا حصہ رہی ہے، جیسا کہ کتاب وسنت کے دلائل سے اس کا پتہ چلتا ہے، اوراللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء ورسل کے نام اوران کے آباء، خاندان اور برادران کا عمومی ذکر کرنے کے بعد اپنے آخری محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوان کی اقتدا کا حکم دیا ہے، ارشاد ہے:

﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُۖ فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقْتَدِهْ﴾ [الانعام:٩٠]۔

یہی لوگ تھے جن کواللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی، سوآپ بھی ان ہی کے طریق پر چلئے۔

صحیح بخاری میں آیت کریمہ کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نَبِيُّكُمْ ﷺ مِمَّنْ أُمِرَ أَنْ يَقْتَدِيَ بِهِمْ "[١]۔

تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوبھی ان کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے۔

اورحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’أَيِ: اقْتَدِ وَاتَّبِعْ. وَإِذَا كَانَ هَذَا أَمْرًا لِلرَّسُولِ ﷺ، فَأُمَّتُهُ تَبَعٌ لَهُ فِيمَا يُشَرِّعُهُ لَهُمْ وَيَأْمُرُهُمْ بِهِ‘‘[٢]۔

---

(١) صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب {وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ}(4/161، حدیث 3421)، وکتاب تفسیر القرآن، بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُۖ فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقْتَدِهْ﴾ (6/57)، حدیث 4632۔

(٢) تفسیر ابن کثیر ت سامی سلامۃ (3/299)۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی اتباع و پیروی کیجئے۔ اور اس حکم میں آپ کی امت بھی آپ کے تابع ہے، جو بھی آپ ان کے لئے مشروع قرار دیں یا جس کا بھی حکم دیں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بارے میں فرمایا:

''وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ ﷺ بِهِ''(۱)۔

ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اُن سے سب سے زیادہ مشابہ میں ہوں۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

''وَنَظَرْتُ إِلَى إِبْرَاهِيمَ، فَلَا أَنْظُرُ إِلَى إِرْبٍ مِنْ ارَابِهِ، إِلَّا نَظَرْتُ إِلَيْهِ مِنِّي''(۲)۔

اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، تو میں نے آپ کے ایک ایک عضو کو بعینہ اپنے اعضاء جیسا دیکھا۔

اور سابقہ صفحات میں دوسری فصل میں آپ نے بالتفصیل ملاحظہ فرمالیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک نہایت بڑی، گھنی، لمبی، عظیم، ضخیم تھی، لمبائی میں آپ کا سینہ اور چوڑائی میں دونوں مونڈھوں کے مابین کا حصہ آپ کی داڑھی سے ڈھنک جاتا تھا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی داڑھی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی کے مشابہ لمبی چوڑی اور گھنی تھی، کیونکہ عمومی ظاہری شباہت میں چہرہ ہی اصل ہوا کرتا ہے اور داڑھی چہرہ کا حصہ ہے۔

اسی طرح دلائل النبوۃ امام بیہقی (۳) میں ایک طویل روایت ہشام بن عاص اموی رضی اللہ عنہ

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ {وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى} (4/153، ح3394)۔

(۲) مسند أحمد ط الرسالۃ (5/477)، حدیث 3546۔ قال محققوا المسند: إسنادہ صحیح، نیز علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: دار الحدیث القاہرہ ایڈیشن (3/477، حدیث 3546)۔

(۳) دلائل النبوۃ للبیہقی (1/385)۔

سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ: مجھے اور قریش کے ایک دوسرے شخص کو شاہ روم ہرقل کے پاس اسلام کی دعوت پیش کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ پھر باہم طویل گفتگو کے بعد۔ ہرقل نے انہیں ریشم کے کپڑوں میں انبیاء علیہم السلام کی تصویریں دکھلائیں۔

ہرقل نے انہیں جن انبیاء کی تصویریں دکھلائیں ان کے نام یہ ہیں: آدم، نوح، ابراہیم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (آپ کی تصویر دیکھ کر یہ دونوں قاصد رونے لگے)، موسیٰ، ہارون، لوط، اسحاق، یعقوب، اسماعیل، یوسف، داود، سلیمان اور عیسیٰ علیہم السلام۔

البتہ ان میں سے چند انبیاء کے حلیوں کی تفصیل میں ان کی داڑھیوں کا بھی ذکر ہے، وہ یہ ہیں:

۱۔ نوح علیہ السلام: ''فِيهَا صُورَةٌ أَحْمَرُ الْعَيْنَيْنِ، ضَخْمُ الْهَامَةِ، حَسَنُ اللِّحْيَةِ، فَقَالَ: هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا؟ قُلْنَا: لَا. قَالَ: هَذَا نُوحٌ، عَلَيْهِ السَّلَامُ''(۱)۔

اس میں ایک تصویر تھی جس کی آنکھیں سرخ تھیں، سر بڑا تھا، داڑھی عمدہ تھی، انہوں نے پوچھا: کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے جواب دیا نہیں! کہا: یہ نوح علیہ السلام ہیں۔

۲۔ ابراہیم علیہ السلام: ''فِيهَا رَجُلٌ شَدِيدُ الْبَيَاضِ، حَسَنُ الْعَيْنَيْنِ، صَلْتُ الْجَبِينِ، طَوِيلُ الْخَدِّ، أَبْيَضُ اللِّحْيَةِ، كَأَنَّهُ يَتَبَسَّمُ، فَقَالَ: هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا؟ قُلْنَا: لَا. قَالَ: هَذَا إِبْرَاهِيمُ، عَلَيْهِ السَّلَامُ''(۲)۔

اس میں ایک شخص نہایت گورا تھا، آنکھیں حسین تھیں، پیشانی روشن تھی، رخسار لمبا تھا، داڑھی سفید تھی، گویا وہ مسکرا رہا ہو، انہوں نے پوچھا: کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے جواب دیا نہیں! کہا: یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

---

(۱) دلائل النبوۃ للبیہقی (1/387-388)۔

(۲) دلائل النبوۃ للبیہقی (1/388)۔

۳۔اسحاق علیہ السلام: ''**فِيهَا صُورَةُ رَجُلٍ أَبْيَضَ، مُشْرَبٌ حُمْرَةٍ، أَقْنَى، خَفِيفَ الْعَارِضَيْنِ، حَسَنَ الْوَجْهِ، فقال: هل تَعْرِفُونَ هَذَا؟ قُلْنَا: لَا. قَالَ: هَذَا إِسْحَاقُ، عَلَيْهِ السلام**''(۱)۔

اس میں ایک آدمی کی تصویر تھی جو سرخی مائل گورا تھا، ناک لمبی تھی، داڑھی میں دونوں جانب بال ہلکے تھے، چہرہ حسین تھا، انہوں نے پوچھا: کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے جواب دیا نہیں! کہا: یہ اسحاق علیہ السلام ہیں۔

۴۔ یعقوب علیہ السلام: ''**فِيهَا صُورَةٌ تُشْبِهُ إِسْحَاقَ إِلَّا إِنَّهُ عَلَى شَفَتِهِ السُّفْلَى خَالٌ، فقال: هل تعرفون هذا؟ قُلْنَا: لَا:قَالَ: هَذَا يَعْقُوبُ، عَلَيْهِ السَّلَامُ**''(۲)۔

اس میں ایک تصویر تھی جو اسحاق علیہ السلام سے مشابہ تھی، البتہ اس کے نچلے ہونٹ پر تل یا للا تھا، انہوں نے پوچھا: کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے جواب دیا نہیں! کہا: یہ یعقوب علیہ السلام ہیں۔

۵۔عیسیٰ علیہ السلام: ''**فِيهَا صُورَةٌ بَيْضَاءُ وَإِذَا رَجُلٌ شَابٌّ، شَدِيدُ سَوَادِ اللِّحْيَةِ، كَثِيرُ الشَّعْرِ، حَسَنُ الْعَيْنَيْنِ، حَسَنُ الْوَجْهِ، فَقَالَ: هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا؟ قُلْنَا: لَا. قَالَ: هَذَا عِيسَى بن مَرْيَمَ، عَلَيْهِ السَّلَامُ**''(۳)۔

---

(۱) دلائل النبوۃ للبیہقی (1/388۔389)۔

(۲) دلائل النبوۃ للبیہقی (1/389)۔

(۳) دلائل النبوۃ للبیہقی (1/389)۔

دلائل النبوۃ للبیہقی تحقیق دکتور عبدالمعطی قلعہ جی (1/385)، نیز دیکھئے: دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی (1/54، حدیث 13)، دلائل النبوۃ لاسماعیل الاصبہانی قوام السنۃ (ص:93)، والاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (6/424) ہشام بن العاص الاموی رضی اللہ کی سیرت کے ضمن میں اشارہ کیا ہے، نمبر 8986۔ وتفسیر ابن کثیرت سلامۃ (3/483) ===

اس میں ایک تصویر گوری تھی، وہ ایک جوان آدمی تھا، داڑھی کے بال سخت سیاہ تھے، بال گھنے تھے، آنکھیں حسین تھیں، انہوں نے پوچھا: کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے جواب دیا نہیں! کہا: یہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہیں۔

دلائل النبوۃ بیہقی کی ایک دوسری روایت میں ہارون علیہ السلام کی داڑھی کی صفت بھی وارد ہے، چنانچہ مروی ہے:

''ثُمَّ صَعَدْتُ إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ فَإِذَا أَنَا بِهَارُونَ وَنِصْفُ لِحْيَتِهِ بَيْضَاءُ وَنِصْفُهَا سَوْدَاءُ تَكَادُ لِحْيَتُهُ تُصِيبُ سُرَّتَهُ مِنْ طُولِهَا''[(۱)]۔

پھر میں پانچویں آسمان پر چڑھا تو ہارون علیہ السلام کو دیکھا، آپ کی آدھی داڑھی سفید اور آدھی سیاہ تھی، اور لمبی اتنی تھی کہ ان کے ناف تک پہنچ رہی تھی۔

لیکن چونکہ یہ روایت موضوع ہے، لہٰذا ہارون علیہ السلام کی داڑھی کے مذکورہ وصف کے سلسلہ میں قابل اعتبار نہیں۔ البتہ ہارون علیہ السلام کی داڑھی کا ثبوت قران کریم میں صراحۃً موجود ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِيٓ إِنِّي خَشِيتُ أَن تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ

=== اور فرماتے ہیں: إِسْنَادُهُ لَا بَأْسَ بِهِ (اس کی سند میں کوئی مسئلہ نہیں) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ت سلامۃ (3/486)۔

(۱) دلائل النبوۃ للبیہقی (2/393)، اس کی سند میں ایک شیعی راوی ابو ہارون عمارہ بن جوین عبدی متروک ہے، لہٰذا روایت موضوع ہے۔ دیکھئے: التاریخ الکبیر (6/499 نمبر 3107)، والضعفاء والمتروکون للنسائی (ص:84/476)۔

امام حافظ ابن کثیر نے بھی اسے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے، دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ت سلامۃ (5/21)، اور امام طبری اور ابن ابی حاتم کا حوالہ بھی ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں: ''عَلَى غَرَابَتِهِ وما فيه من النكارة''۔ دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ت سامی سلامۃ (5/25)۔ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة (13/437)، نمبر 6203۔

بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ وَلَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِي ﴿٩٤﴾ [طٰہ:94]۔

ہارون علیہ السلام نے کہا: اے میرے ماں جائے بھائی! میری داڑھی نہ پکڑ اور سر کے بال نہ کھینچ، مجھے تو صرف یہ خیال دامن گیر ہوا کہ کہیں آپ یہ نہ فرمائیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔

خلاصہ بحث اینکہ داڑھی انبیاء ورسل علیہم السلام کی سنت اور ان کے شمائل کریمہ کا حصہ ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے منتخب، مقرب ترین، محبوب اور برگزیدہ بندے ہیں، اسی لئے اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کے ذریعہ پوری امت کو اُن کی اقتدا کا مکلف قرار دیا ہے۔

چوتھی فصل:

داڑھی مونڈنے کی قباحتیں

داڑھی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سنت انبیاء ورسل اور سنت صحابۂ کرام ہونے کے علاوہ ایک مرد مومن کی مردانگی، رجولت اور قوت وشہامت کی ظاہری اور نہایت جلی علامت ہے، جس سے مرد وعورت کی شناخت ہوتی ہے، لہٰذا داڑھی کو شیو کرنے یا کاٹنے کترنے سے شریعت اسلامیہ کی بے شمار مخالفتیں لازم آتی ہیں اور ساتھ ہی ایک مرد مسلمان کو اللہ کی عطا کردہ فطرت اور امتیازی شان پر ضرب آتی ہے۔ اس سلسلہ میں چند قابل غور پہلو ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ **داڑھی مردانگی کی علامت** ہے اور اس میں مردوں کی زینت اور جمال کا راز ہے، جبکہ داڑھی چھیلنا، شیو کرنا یا اسے غیروں کی طرح مختلف شکلوں میں کاٹنا چھاٹنا مردانگی کی ظاہری علامت کو مسخ کرنا ہے، اور فطری حسن کو قبیح اور عیب دار کرنا ہے۔

مسند احمد میں ابو زید عمرو بن اخطب انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

''قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: ''ادْنُ مِنِّي''، قَالَ: فَمَسَحَ بِيَدِهِ عَلَى رَأْسِهِ، وَلِحْيَتِهِ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ: ''اللهُمَّ جَمِّلْهُ، وَأَدِمْ جَمَالَهُ''، قَالَ: ''فَلَقَدْ بَلَغَ بِضْعًا وَمِائَةَ سَنَةٍ وَمَا فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ بَيَاضٌ، إِلَّا نَبْذٌ يَسِيرٌ، وَلَقَدْ كَانَ مُنْبَسِطَ الْوَجْهِ، وَلَمْ يَنْقَبِضْ وَجْهُهُ حَتَّى مَاتَ''[۱]۔

---

(۱) مسند أحمد ط الرسالۃ (34/333، حدیث 20733)، مسند کے محققین فرماتے ہیں: إسنادہ صحیح علی شرط مسلم (اس کی سند امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے)، نیز دیکھئے: دلائل النبوۃ، از امام بیہقی، (6/211)۔

===

مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ذرا مجھ سے قریب آؤ، کہتے ہیں پھر آپ نے اپنا ہاتھ ان کے سر اور داڑھی پر پھیرا، اور فرمایا: اے اللہ انہیں خوبصورتی عطا فرما، اور ان کی خوبصورتی قائم رکھ، فرماتے ہیں: ان کی عمر سو سے زیادہ ہوگئی تھی لیکن سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی نہ تھی سوائے چند بالوں کے، اور چہرہ نہایت ہشاش تھا، موت تک ان کے چہرہ پر کوئی شکن اور پژمردگی نہیں آئی۔

معلوم ہوا کہ داڑھی مردانگی کا حسن و جمال اور شرف و اختصاص ہے، لہٰذا ایک مسلمان کو اسے شرف اور حسن سمجھ کر رکھنا چاہئے، اسے کسی طرح قبیح اور عیب دار کرنا درست نہیں۔ لیکن افسوس کہ اس مغربی دور میں ایک مسلمان خواہ جوان ہو کہ بوڑھا اس فطری حسن کے برخلاف داڑھیاں مونڈنے اور صبح و شام شیو کرنے اور عورتوں کی طرح رخساروں پر کریموں کی لیپ لگانے اور طلائی کرنے کو اپنا حقیقی حسن و جمال سمجھتا ہے!![۱]

۲۔ داڑھی منڈانا فطرت اور خلق الٰہی کی تبدیلی اور بگاڑ ہے۔

داڑھی فطرت کا حصہ ہے، جس میں کوئی تبدیلی روا نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: " عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ " قَالَ زَكَرِيَّا: قَالَ مُصْعَبٌ: وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ زَادَ قُتَيْبَةُ، قَالَ وَكِيعٌ:" انْتِقَاصُ الْمَاءِ: يَعْنِي الِاسْتِنْجَاءَ"[۱]۔

=== فرماتے ہیں: هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ مَوْصُول (اس کی سند صحیح متصل ہے)۔

(۱) دیکھئے: آداب الزفاف فی السنة المطہرة (ص:207)، نیز دیکھئے: حجۃ النبی (ص:7)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ (1/223، حدیث 261)۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دس باتیں پیدائشی سنت ہیں۔۱: موچھیں کترنا۔ ۲: داڑھی چھوڑ دینا۔ ۳: مسواک کرنا۔ ۴: ناک میں پانی ڈالنا۔ ۵: ناخن کاٹنا۔ ۶: پوروں کا دھونا۔ ۷: بغل کے بال اکھیڑنا۔ ۸: زیر ناف کے بال لینا۔ ۹: پانی سے استنجاء کرنا۔ مصعب نے کہا کہ میں دسویں بات بھول گیا، شاید ۱۰: کلی کرنا ہو۔ وکیع رحمہ اللہ نے کہا: ''انتقاص الماء'' سے مراد استنجاء ہے۔

فطرت کیا ہے؟

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں:

''والفطرة: الخلقة التي خلق عليها البشر...ومعنى الفطرة: ابتداء الخلقة''[۱]۔

فطرت خلقت کو کہتے ہیں' جس پر بشر پیدا کیا گیا ہے... اور فطرت کا معنیٰ آغاز تخلیق ہے۔

یعنی داڑھی سمیت یہ دس چیزیں آغاز افرینش اور ابتدائے تخلیق سے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کی سنت اور دین کا حصہ رہی ہیں، ان میں کوئی تبدیلی روا نہیں[۲]۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لأن الفطرة من الأمور التي لا تقبل شرعا التبدل مهما تبدلت الأعراف والعادات''[۳]۔

کیونکہ فطرت ان امور میں سے ہے جس میں شرعا کوئی تبدیلی نہیں ہوتی' خواہ اعراف وعادات کتنے ہی تبدیل کیوں نہ ہوں۔

---

(۱) زاد المسیر فی علم التفسیر (3/422)، نیز دیکھئے: تفسیر القرطبی (9/51)، و(14/25)۔

(۲) دیکھئے: شرح النووی علی مسلم (3/147)۔

(۳) تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ (ص:83)، نیز دیکھئے: آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ (ص:212)۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واللحية هِيَ الفارقة بين الصَّغِير وَالْكَبِير وَهِي جمال الفحول وَتَمام هيأتهم فَلَا بُد من إعفائها، وقصها سنة الْمَجُوس، وَفِيه تَغْيِير خلق الله"[1]۔

داڑھی ہی سے چھوٹے بڑے میں فرق ہوتا ہے، یہ مردوں کا جمال اور ان کی مکمل شکل ہے، لہٰذا اس کا بڑھانا ضروری ہے، اور داڑھی کاٹنا مجوس کی سنت ہے اور اس میں خلق الٰہی کی تبدیلی ہے۔

اور اللہ کی فطرت وتخلیق کو بدلنا دراصل شیطان لعین کے حکم کی بجا آوری ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَّعَنَهُ ٱللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿١١٨﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَءَامُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ ءَاذَانَ ٱلْأَنْعَٰمِ وَلَءَامُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَتَّخِذِ ٱلشَّيْطَٰنَ وَلِيًّا مِّن دُونِ ٱللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ﴿١١٩﴾ ﴾ [النساء:118،119]۔

اللہ نے اُس (شیطان) پر لعنت کی ہے اور اس نے بیڑا اٹھایا ہے کہ تیرے بندوں میں سے میں مقرر شدہ حصہ لے کر رہوں گا۔ اور انہیں راہ حق سے بہکاتا رہوں گا اور باطل امیدیں دلاتا رہوں گا اور انہیں سکھاؤں گا کہ جانوروں کی کان چیر دیں، اور ان سے کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں، سنو! جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنائے گا وہ صریح نقصان میں ڈوبے گا۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی تخلیق بدلنے والی خواتین پر بھی لعنت فرمائی ہے:

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَعَنَ اللَّهُ الوَاشِمَاتِ وَالمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالمُتَنَمِّصَاتِ،

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ (1/309)۔

وَالمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، المُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ تَعَالَى، مَالِي لاَ أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ، وَهُوَ فِي كِتَابِ اللَّهِ: ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ﴾ [الحشر:7][1]۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا گودنا گودنے والیوں پر اور گدوانے والیوں پر، بال اکھاڑنے والیوں پر اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کے درمیان کشادگی کرنے والیوں پر جو اللہ کی پیدائش میں تبدیلی کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے پھر میں کیوں نہ ان پر لعنت بھیجوں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی ہے اور وہ کتاب اللہ میں بھی موجود ہے۔ ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ﴾ یعنی "اور جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو"۔

۳۔ داڑھی کا حلق یا قصر کفار و مشرکین، اہل کتاب اور مجوس کی مشابہت اور سنت ہے۔

کتاب وسنت کے متعدد نصوص میں مسلمانوں کو عقیدہ و عبادت، معاملات و رہن سہن، اعیاد وخوشی، زیب و زینت اور دیگر خصوصی مسائل میں کفار و مشرکین، اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور آتش پرست مجوسیوں کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے، جیسے صلاۃ، صیام، حج، ذبائح اور زیب و زینت وغیرہ۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ آیت کریمہ:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَقُولُواْ رَٰعِنَا وَقُولُواْ ٱنظُرۡنَا وَٱسۡمَعُواْۗ وَلِلۡكَٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٞ ١٠٤﴾ [البقرة:۱۰۴]۔

اے ایمان والو! تم (نبی ﷺ کو) "راعنا" نہ کہا کرو، بلکہ "انظرنا" کہو یعنی ہماری طرف دیکھئے اور سنتے رہا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

کے تحت فرماتے ہیں:

(۱) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن (7/ 164، حدیث 5931)۔ وصحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم فعل الواصلہ والمستوصلۃ (3/ 1678، حدیث 2125)۔

’’فَفِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى النَّهْيِ الشَّدِيدِ وَالتَّهْدِيدِ وَالْوَعِيدِ، عَلَى التَّشَبُّهِ بِالْكُفَّارِ فِي أَقْوَالِهِمْ وَأَفْعَالِهِمْ، وَلِبَاسِهِمْ وَأَعْيَادِهِمْ، وَعِبَادَاتِهِمْ وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنْ أُمُورِهِمُ التِي لم تشرع لنا‘‘[۱]۔

اس میں کافروں کے اقوال و افعال، لباس، تہوار اور عبادات وغیرہ جو ہمارے لئے غیر مشروع ہیں، میں مشابہت اختیار کرنے پر سخت ممانعت، وعید اور دھمکی ہے۔

اسی طرح فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿١٦﴾﴾ [الحدید:۱۶]۔

اور ان کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت سے فاسق ہیں۔

کے تحت فرماتے ہیں:

’’وَلِهَذَا نَهَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَتَشَبَّهُوا بِهِمْ فِي شَيْءٍ مِنَ الْأُمُورِ الْأَصْلِيَّةِ وَالْفَرْعِيَّةِ‘‘[۲]۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کسی بھی اصلی یا فرعی امر میں اُن کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’وَجُعِلَ الذُّلُّ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي، وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ

(۱) تفسیر ابن کثیر ت سلامۃ (1/ 374)۔

(۲) تفسیر ابن کثیر ت سلامۃ (8/ 20)۔

مِنْهُمْ'' (۱)۔

میرے حکم کی خلاف ورزی کرنے والے پر ذلت ورسوائی مسلط کردی گئی ہے، اور جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، انہی میں سے ہوگا۔

ان ہی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ داڑھی کا بھی ہے، نبی رحمت ﷺ نے اپنی بے شمار احادیث میں دشمنان اسلام، کفار ومشرکین، اہل کتاب اور مجوسیوں کی مخالفت کرتے ہوئے داڑھیاں بڑھانے اور موچھیں کاٹنے کا حکم دیا ہے، اوراس کے برعکس کر کے ان کی مشابہت سے منع فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ داڑھیاں منڈانا کفار ومشرکین کی مشابہت ہے، ارشاد نبوی ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ، وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ'' (۲)۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بھرپور رکھو، اور مونچھیں کٹواؤ۔

---

(۱) مسند أحمد ط الرسالۃ (9/478، حدیث 5667)۔علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر، حدیث 2831) وإرواء الغلیل (حدیث 1269)۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار، 7/160، حدیث 5892۔ ومسند احمد، 36/613، حدیث 22283، بلفظ " قُصُّوا سِبَالَكُمْ وَوَفِّرُوا عَثَانِينَكُمْ وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ "۔ وشعب الایمان للبیہقی، کتاب الملابس والزی والاوانی... فصل فی الکحل، 8/414، حدیث 6015۔ وبلفظ " وَفِّرُوا عَثَانِينَكُمْ وَقَصِّرُوا سِبَالَكُمْ " فصل فی الخضاب، 8/396، حدیث 5987۔ والسنن الکبری للبیہقی، جماع ابواب الحدیث، باب السنہ فی الاخذ من الاظفار والشارب... 1/232، حدیث 689، والمعجم الاوسط للطبرانی، 5/195، حدیث 5062۔ دیکھئے: صحیح الجامع للالبانی، حدیث 7113۔، وصحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، 1/222، حدیث 259، والمعجم الکبیر للطبرانی، 11/277، حدیث 11724)۔ دیکھئے: صحیح الجامع، (حدیث 3209)۔

۲۔ داڑھیاں منڈانا یا کٹوانا اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی مشابہت ہے:

"... فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّونَ عَثَانِينَهُمْ وَيُوَفِّرُونَ سِبَالَهُمْ. قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ :قُصُّوا سِبَالَكُمْ وَوَفِّرُوا عَثَانِينَكُمْ وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ"(۱)۔

ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل کتاب اپنی داڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اہل کتاب کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی مونچھیں کٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

۳۔ داڑھیاں منڈوانا مجوسیوں کی مشابہت ہے، ارشاد نبوی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : "جُزُّوا الشَّوَارِبَ، وَأَرْخُوا اللِّحَى خَالِفُوا الْمَجُوسَ" (۲)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مونچھیں کاٹو، اور داڑھیاں لمبی کرو، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

اسی لئے علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تقرر في الشرع أنه لا يجوز للمسلمين –رجالًا ونساء– التشبه

---

(۱) مسند احمد ایڈیشن مؤسسۃ الرسالۃ (36/613، حدیث 22283)، مسند کے محققین نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، والمعجم الکبیر للطبرانی، 8/282، حدیث 7924)، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے السلسلۃ الصحیحۃ، (3/249، حدیث 1245) میں اور صحیح الجامع، (حدیث 7114) میں حسن قرار دیا ہے۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، (1/222، حدیث 260)، والسنن الکبریٰ للبیہقی، جماع ابواب الحدیث، باب السنہ فی الاخذ من الاظفار والشارب...(1/233، حدیث 690)، ومعرفۃ السنن والآثار للبیہقی، (1/440، حدیث 1271)، وشرح معانی الآثار، کتاب الکراہۃ، باب حلق الشارب، (4/230، حدیث 6563)، دیکھئے: صحیح الجامع، (حدیث 3092)۔

بالكفار سواء في عباداتهم أو أعيادهم أو أزيائهم الخاصة بهم. وهذه قاعدة عظيمة في الشريعة الإسلامية''[۱]۔

شریعت میں یہ بات ثابت ہے کہ مسلمانوں کے لئے خواہ مرد ہوں یا عورتیں' کفار سے ان کی عبادات میں یا تہواروں میں یا ان کے خاص طور طریقہ اور اسٹائل وغیرہ میں مشابہت جائز نہیں' اور یہ شریعت اسلامیہ کا عظیم قاعدہ ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جَاءَت الشَّرِيعَة بِالْمَنْعِ من التَّشَبُّه بالكفار ... وَنهى عَن التَّشَبُّه بالكفار فِي زيهم وَكَلَامهم وهديهم''[۲]۔

شریعت کفار کی مشابہت سے ممانعت لے کر آئی ہے...اور رہن سہن، گفتگو اور طور طریقہ میں کفار کی مشابہت سے منع کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ داڑھی منڈانا یا کٹوانا دشمنان اسلام کفار و اہل کتاب اور آتش پرستوں کی مشابہت ہے اور وہ حرام ہے۔

۴۔داڑھی کے حلق یا قصر میں عورتوں کی مشابہت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ''[۳]۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت

---

(۱) جلباب المرأۃ المسلمۃ فی الکتاب والسنۃ (ص:161)، نیز دیکھئے: (ص:206)۔

(۲) الفروسیۃ لابن القیم (ص:122)۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء والمتشبھات بالرجال (7/159، حدیث 5885)۔

بھیجی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

عَنِ عبد الله ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: ''لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلاَتِ مِنَ النِّسَاءِ، وَقَالَ: أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ''(۱)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخنث مردوں پر اور مردوں کی چال چلن اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے اور فرمایا کہ ان زنانہ بننے والے مردوں کو اپنے گھروں سے باہر نکال دو۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ داڑھی مردانگی، ہیبت، شہامت اور وقار کی علامت ہے، جبکہ اسے چھیلنا، شیو کرنا یا کاٹنا وغیرہ ہیجڑے پن اور نسوانیت کی نشانی ہے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت کا سبب اور گناہ کبیرہ ہے۔

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں بڑی پیاری بات لکھتے ہیں:

''وَالْعَجَبُ مِنَ الَّذِينَ مَضَخَتْ ضَمَائِرُهُمْ، وَاضْمَحَلَّ ذَوْقُهُمْ، حَتَّى صَارُوا يَفِرُّونَ مِنْ صِفَاتِ الذُّكُورِيَّةِ، وَشَرَفِ الرُّجُولَةِ، إِلَى خُنُوثَةِ الْأُنُوثَةِ، وَيُمَثِّلُونَ بِوُجُوهِهِمْ بِحَلْقِ أَذْقَانِهِمْ، وَيَتَشَبَّهُونَ بِالنِّسَاءِ حَيْثُ يُحَاوِلُونَ الْقَضَاءَ عَلَى أَعْظَمِ الْفَوَارِقِ الْحِسِّيَّةِ بَيْنَ الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَهُوَ اللِّحْيَةُ. وَقَدْ كَانَ ﷺ كَثَّ اللِّحْيَةِ، وَهُوَ أَجْمَلُ الْخَلْقِ وَأَحْسَنُهُمْ صُورَةً. وَالرِّجَالُ الَّذِينَ أَخَذُوا كُنُوزَ كِسْرَى وَقَيْصَرَ، وَدَانَتْ لَهُمْ مَشَارِقُ الْأَرْضِ وَمَغَارِبُهَا: لَيْسَ فِيهِمْ حَالِقٌ''(۲)۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب إخراج المتشبهین بالنساء من البیوت (7/159، حدیث 5886)۔

(۲) أضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن (4/92)۔

حیرت ہے ان لوگوں پر جن کا ضمیر بگڑ گیا اور ذوق مضمحل ہو گیا ہے، کہ ذکوریت کے صفات اور مردانگی کا شرف چھوڑ کر نسوانیت کے ہیجڑے پن کی طرف بھاگ رہے ہیں، اپنی داڑھیاں مونڈ کر اپنے چہروں کی تمثیل کرتے ہیں، اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، بایں طور کہ مرد و عورت کے مابین سب سے بڑے ظاہری فرق ''داڑھی'' کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں! جبکہ نبی کریم ﷺ کی داڑھی گھنی تھی، اور آپ ساری مخلوق میں سب سے زیادہ حسین اور خوبرو تھے۔ اور جن مردوں نے قیصر و کسریٰ کے خزانے حاصل کئے تھے، اور مشرق و مغرب کی ساری دنیا ان کے تابع ہوئی تھی ان میں داڑھی مونڈنے والا کوئی نہ تھا۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''خص الذّكر بِأَن جمل وَجهه باللحية وتوابعها وقارا وهيبة لَهُ وجمالا وفصلا لَهُ عَن سنّ الصِّبَا وفرقا بَينه وَبَين الاناث''(۱)۔

مرد کو یہ خصوصیت عطا کی گئی ہے کہ ہیبت و وقار، حسن و جمال اور بچپن کی عمر اور عورتوں سے ممتاز کرنے کے لئے انہیں داڑھی مونچھ وغیرہ سے نوازا گیا ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ولا يخفى أن في حلق الرجل لحيته – التي ميزه الله بها على المرأة – أكبر تشبه بها''(۲)۔

یہ بامخفی نہیں کہ مرد کے اپنی داڑھی مونڈنے میں جس سے اللہ نے اسے عورت سے ممتاز کیا ہے' عورت سے بہت زیادہ مشابہت ہے۔

---

(۱) مفتاح دار السعادۃ (1 / 258)

(۲) آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ (ص:212)۔

محدث المدینہ علامہ حماد بن محمد الانصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إن حلق اللحی فیه أربعة أمور هي: معصية الله ورسوله ﷺ، وتغيير خلق الله عز وجل، وتشبه بالكفار، وتشبه بالنساء''(۱)۔

داڑھی مونڈنے میں چار قباحتیں ہیں: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی۔ اللہ عزوجل کی تخلیق میں تبدیلی۔ کافروں سے مشابہت اور عورتوں سے مشابہت۔

۵۔ داڑھی مرد کے لئے ایک نعمت ہے، اور اسے حلق کرنا یا تراشنا اس نعمت کی ناشکری ہے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مرد وعورت دونوں کو ان کے شایان شان انعام واکرام سے نوازا ہے، اور اللہ کے عطا کردہ انعام واکرام کے دائرہ اور حدود میں رہنے ہی میں دونوں کی عزت وشرافت کا راز پنہاں ہے، نیز اس کا زبانی اعتراف اور عملی تطبیق ہی اللہ کا حقیقی شکر وامتنان ہے۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ ءَادَمَ وَحَمَلْنَٰهُمْ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَفَضَّلْنَٰهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿٧٠﴾﴾ [الاسراء:۷۰]۔

یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔

آیت کریمہ میں مذکور عزت وتکریم کے سلسلہ میں علمائے تفسیر کے متعدد اقوال وارد ہیں، جن میں سے ایک مشہور قول اکثر مفسرین کے یہاں یہ ہے:

'' أَكْرَمَ الرِّجَالَ بِاللِّحَى وَالنِّسَاءَ بِالذَّوَائِبِ''(۲)۔

---

(۱) المجموع فی ترجمۃ العلامۃ المحدث حماد بن محمد الانصاری (2/767)۔

(۲) دیکھئے: تفسیر القرطبی (10/294)، وتفسیر البغوی (5/108)، وفتح القدیر للشوکانی (3/290)، اللباب فی علوم الکتاب، أبو حفص سراج الدین عمر بن علی بن عادل الحنبلی الدمشقی النعمانی (12/340)۔ ===

اللہ تعالیٰ نے ’’مرد کو داڑھی سے اور عورت کو زلف سے عزت عطا فرمائی ہے‘‘۔

یہی وجہ ہے سلف صالحین، صحابہ وتابعین وغیرہ میں جن کے پاس فطری طور سے داڑھیاں نہیں تھیں وہ اس کی تمنا کیا کرتے تھے، اسی طرح دیگر حضرات بھی ان کے لئے تمنا کرتے تھے کہ کاش انہیں داڑھی جیسی نعمت میسر آتی، جیسا کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں سابقہ صفحات میں بات گزر چکی ہے کہ انصار کہا کرتے تھے کہ کاش اگر ممکن ہوتا تو ہم اپنے پیسوں سے ان کے لئے داڑھی خرید لیتے۔

اسی طرح احنف بن قیس رحمہ اللہ کی سیرت میں امام حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’الأَحْنَفُ بنُ قَيْسِ بنِ مُعَاوِيَةَ بنِ حُصَيْنٍ التَّمِيْمِيُّ ،الأَمِيْرُ الكَبِيْرُ، العَالِمُ النَّبِيْلُ، أَبُو بَحْرٍ التَّمِيْمِيُّ، أَحَدُ مَنْ يُضْرَبُ بِحِلْمِهِ وَسُؤْدُدِهِ المَثَلُ،اسْمُهُ: ضَحَّاكٌ، وَقِيْلَ: صَخْرٌ،شُهِرَ بِالأَحْنَفِ؛ لِحَنَفِ رِجْلَيْهِ، وَهُوَ العَوَجُ وَالمَيْلُ، كَانَ سَيِّدَ تَمِيْمٍ‘‘(۱)۔

احنف بن قیس بن معاویہ بن حصین تمیمی بڑے امیر، عالم نبیل ابو بحر تمیمی ہیں، یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا حلم اور سرداری ضرب المثل تھی۔ ان کا نام ضحاک یا صخر ہے، آپ کے دونوں پیروں میں ٹیڑھا پن تھا جس کی وجہ سے احنف کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ قبیلہ تمیم کے سردار تھے۔

== وفتح البیان فی مقاصد القرآن نواب صدیق (7/424)، وتفسیر الخازن مسمی بہ لباب التاویل فی معانی التنزیل (3/137)، غرائب التفسیر وعجائب التاویل، کرمانی (1/635)، مختصر تفسیر البغوی المسمی بمعالم التنزیل، عبداللہ بن أحمد بن علی الزید (4/532)، والسراج المنیر فی الاعانۃ علی معرفۃ بعض معانی کلام ربنا الحکیم الخبیر، محمد بن خطیب شربینی شافعی (2/322)، والبحر المحیط فی التفسیر لابن حیان (7/85)۔

(۱) سیر أعلام النبلاء ط الرسالۃ (4/86-87، نمبر 29)۔

آگے لکھتے ہیں:

''الأَحْنَفُ بَصْرِيٌّ، ثِقَةٌ، كَانَ سَيِّدَ قَوْمِهِ، وَكَانَ أَعْوَرَ، أَحْنَفَ، دَمِيْماً، قَصِيْراً، كَوْسَجاً''(۱)۔

احنف بصری ہیں، ثقہ ہیں، اپنی قوم کے سردار تھے، آپ کانے، آپ کے پیر ٹیڑھے، بدشکل، پست قد اور بے ریش تھے (داڑھی نہ تھی)۔

معلوم ہوا کہ سلف پورے طور سے داڑھی کا اہتمام کرتے تھے، اور بے ریش ہونا ایک عجیب بات تھی، اور اگر کوئی بے ریش ہوتا تو دیگر احوال کے ساتھ اس کی سیرت میں وہ بات خصوصیت کے ساتھ ذکر کی جاتی تھی۔

امام زرکلی رحمہ اللہ احنف بن قیس رحمہ اللہ کی سیرت کے اختتام پر حاشیہ میں امام بلوی مالقی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''كان الأحنف بن قيس ثطا يعني كوسجا، وكان رهطه يقولون وددنا أننا اشترينا للأحنف لحية بعشرين ألفا!''(۲)۔

احنف بن قیس بے داڑھی تھے، آپ کے قبیلہ کے لوگ کہا کرتے تھے: ہماری خواہش ہوتی ہے کہ (کاش ممکن ہوتا تو) احنف کے لئے بیس ہزار دے کر داڑھی خرید لیتے!!

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ سلف کے یہاں ایک مرد کے لئے داڑھی کتنی بڑی نعمت تھی وہ اتنی حسرت سے اس کی تمنا اور آرزو کیا کرتے تھے؟؟

ورنہ احنف بن قیس رحمہ اللہ کانے، بدشکل، پست قد بھی تھے اور آپ کے پیر ٹیڑھے تھے جس کی وجہ سے لنگڑاپن تھا، لیکن ان عیوب کی انہیں ادنیٰ پروانہ تھی، البتہ قبیلہ اور رعایا کے لوگ آپ کی

---

(۱) سیر أعلام النبلاء ط الرسالۃ (4/89)

(۲) الاعلام للزرکلی (1/277) نیز دیکھئے: کتاب ألف باء، از علامہ بلوی مالقی (2/343)۔

داڑھی کی نعمت سے محرومی کے لئے فکرمند تھے؟؟

اسی طرح کوفہ کے مشہور قاضی شریح بن الحارث رحمہ اللہ بھی بے داڑھی تھے، ان کی سیرت میں آتا ہے:

''وَلَمْ يَكُنْ لَهُ لِحْيَةٌ''(۱)۔

آپ کو داڑھی نہ تھی۔

آپ بھی داڑھی جیسی نعمت کے فقدان پر بڑی حسرت کرتے تھے، اور آرزو کرتے تھے کہ اگر پیسوں سے داڑھی خریدنا ممکن ہوتا تو دس ہزار درہم کے عوض خرید لیتا!

چنانچہ علامہ ابوالحجاج یوسف بن محمد البلوی لکھتے ہیں:

''عن شريح القاضي رحمه الله وددت أن لي لحية بعشرة الاف''(۲)۔

شریح قاضی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں: میری تمنا ہے کہ دس ہزار کے عوض مجھے داڑھی مل جائے!!

۶۔ داڑھی کا حلق کرنا یا کاٹنا چھانٹنا علانیہ گناہ اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **کی کھلی معصیت ہے۔** ذرا سوچو تو سہی کہ ایک مسلمان داڑھی چھیلنے اور کاٹنے سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی متعدد قولی وفعلی احادیث اور وعیدیں جاننے کے باوجود کس قدر جرأت، ڈھٹائی اور بے حیائی کے ساتھ مختلف لیپ اور کریموں کی طلائی کر کے سیلون میں بیٹھ کر کھلم کھلا اپنی داڑھی شیو کراتا ہے؟ کیا علانیہ فسق ومعصیت کی اس سے بڑھ کر بھی کوئی مثال ہوسکتی ہے؟؟

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

(۱) دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ط الرسالۃ (4/102)، والطبقات الکبری ط دار صادر (6/132)۔

(۲) دیکھئے: کتاب الف باء، از ابوالحجاج یوسف بلوی (2/343)۔

”فيا ويح من حلقها وأهانها وعصى نبيه جهارا“[1]۔

ہائے افسوس! برا ہو اس کا جو داڑھی مونڈتا ہے اس کی توہین کرتا ہے اور اعلانیہ اپنے نبی کی نافرمانی کرتا ہے۔

علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أن حالق اللحية مجاهر بمعصيته، وأثارها بادية عليه باستمرار في حالة نومه، ويقظته، وعبادته، وفراغه“[2]۔

داڑھی مونڈنے والا اعلانیہ گناہ کرتا ہے، اور اس کے اثرات اُس پر نیند، بیداری، عبادت اور فراغ ہر حال میں مستقل ظاہر رہتے ہیں۔

جبکہ علانیہ گناہ ومعصیت کرنے والوں کے سلسلہ میں کتاب وسنت میں سخت وعیدیں وارد ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿ لَّا يُحِبُّ ٱللَّهُ ٱلْجَهْرَ بِٱلسُّوٓءِ مِنَ ٱلْقَوْلِ إِلَّا مَن ظُلِمَ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ﴿١٤٨﴾ ﴾ [النساء:148]۔

برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتا جانتا ہے۔

اور ارشاد نبوی ہے:

عن أَبي هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ”كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا المُجَاهِرِينَ، وَإِنَّ مِنَ المُجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا، ثُمَّ يُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَيَقُولَ: يَا فُلاَنُ، عَمِلْتُ البَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا،

---

(۱) الفواکہ الشہیۃ فی الخطب المنبریۃ (ص:73)۔

(۲) مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (15/131)۔

وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللَّهِ عَنْهُ"[1]۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے سنا: میری تمام امت کو معاف کیا جائے گا سوائے گناہوں کو کھلم کھلا کرنے والوں کے اور گناہوں کو کھلم کھلا کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک شخص رات کو کوئی (گناہ کا) کام کرے اور اس کے باوجود کہ اللہ نے اس کے گناہ کو چھپا دیا ہے مگر صبح ہونے پر وہ کہنے لگے کہ اے فلاں! میں نے کل رات فلاں فلاں برا کام کیا تھا۔ رات گزر گئی تھی اور اس کے رب نے اس کا گناہ چھپائے رکھا، لیکن جب صبح ہوئی تو وہ خود اللہ کے پردے کو کھولنے لگا۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ستر المؤمن علی نفسہ (8/20، حدیث 6069)۔ وصحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب النہی عن ہتک الانسان ستر نفسہ، (4/2291، حدیث 2990)۔

پانچویں فصل:

داڑھی سے متعلق علماء کے آراء اور ان کا جائزہ

اولاً: داڑھی سے متعلق اہل علم کے حسب ذیل چار آراء ہیں:

۱۔ ایک مشت سے زائد داڑھی کا کاٹنا[۱]۔

البتہ اس قول کے قائلین کا اس کے حکم کے بارے میں اختلاف ہے: کہ آیا اس کا کاٹنا واجب ہے،[۲] یا سنت و مستحب ہے[۳] یا جائز ہے یعنی اسے کاٹنے یا چھوڑ دینے کا اختیار ہے، لیکن چھوڑ دینا بہتر ہے[۴]۔

۲۔ مشت کی تعیین کی بغیر داڑھی کے جو بال بہت لمبے ہو جائیں، ادھر ادھر بکھر جائیں یا

(۱) یہ احناف، ابن مفلح، مرداوی، ابوحامد غزالی، ابن العربی، ملا علی قاری کی رائے ہے۔ دیکھئے: الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (2/418، و2/550)، والفروع لابن مفلح (1/151)، والانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف للمرداوی (1/121)، وإحیاء علوم الدین (1/143)، ومرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح (7/2815و2822)۔

(۲) جیسا کہ احناف کا ایک قول ہے۔ دیکھئے: الدر المختار (2/44)، وعمدۃ القاری (22/46، 47)۔

(۳) یہ احناف کا مشہور مذہب ہے، اور عامر شعبی اور ابن سیرین رحمہما اللہ سے بھی مروی ہے۔ دیکھئے: البحر الرائق (3/12)، والفتاوی الہندیۃ (5/358)، وحاشیۃ ابن عابدین (6/407)، و المجموع (1/342)، لیکن شعبی اور ابن سیرین سے اس کی سند صحیح نہیں ہے، دیکھئے: ص (104)۔

(۴) یہ حنابلہ کا ایک قول ہے، دیکھئے: الفروع (3/329)، ومطالب أولی النہی (1/85)، والمستوعب (1/260)، والانصاف للمرداوی (1/121)۔

علیحدہ نظر آئیں انہیں کاٹنا جائز ہے [۱]۔

۳۔ داڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے، اس سے کسی طرح کا تعرض نہ کیا جائے، سوائے حج یا عمرہ کے موقع پر [۲]۔

یہ عطاء اور طبری رحمہما اللہ کی رائے ہے [۳]، اور جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، لیکن اس کی سند صحیح نہیں [۴]۔

۴۔ داڑھی کو اپنی فطری حالت پر چھوڑ دیا جائے جیسے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے، اس سے سرے سے کبھی کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

یہ امام خطابی، نووی، شافعیہ، اکثر حنابلہ، جمہور سلف وخلف اور علمائے معاصرین کا مسلک ہے، اور یہی اہل الحدیث کا مسلک ہے۔

امام عراقی فرماتے ہیں:

''وَاسْتَدَلَّ بِهِ الْجُمْهُورُ عَلَى أَنَّ الْأَوْلَى تَرْكُ اللِّحْيَةِ عَلَى حَالِهَا وَأَنْ لَا يُقْطَعَ مِنْهَا شَيْءٌ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَصْحَابِهِ'' [۵]۔

اس سے جمہور نے استدلال کیا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ داڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے اور اس میں سے کچھ بھی نہ کاٹا جائے، یہ امام شافعی اور ان کے اصحاب کی رائے ہے۔

---

(۱) یہ مالکیہ کی رائے ہے، دیکھئے: الاستذکار (4/ 317)، و (8/ 429، 435)، والتمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید (24/ 142 ـ 146)، والمنتقی شرح الموطا (7/ 266)، وتنویر الحوالک شرح موطا مالک (2/ 232)، والتعلیق الممجد علی موطا محمد (2/ 354)، وشرح الزرقانی علی الموطا (4/ 530)۔

(۲) یہ امام شافعی کی رائے ہے، دیکھئے: إکمال المعلم بفوائد مسلم (2/ 64)، وفتح الباری لابن حجر (10/ 350)۔

(۳) دیکھئے: التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید (24/ 144)۔

(۴) دیکھئے: زیر نظر رسالہ (ص 99)۔

(۵) طرح التثریب فی شرح التقریب (2/ 83)۔

اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’وَالصَّحِيحُ كَرَاهَةُ الْأَخْذِ مِنْهَا مُطْلَقًا بَلْ يَتْرُكُهَا عَلَى حَالِهَا كَيْفَ كَانَتْ لِلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ وَاعْفُوا اللحي‘‘(۱)۔

صحیح یہ ہے کہ داڑھی سے کچھ بھی کاٹنا مطلقاً مکروہ ہے، بلکہ اسے اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے‘ وہ کیسی بھی ہو، جیسا کہ صحیح حدیث ’’داڑھیاں چھوڑ دو‘‘ موجود ہے۔

اور صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں:

’’وَالْمُخْتَارُ تَرْكُ اللِّحْيَةِ عَلَى حَالِهَا وَأَلَّا يَتَعَرَّضَ لها بتقصير شئ أَصْلًا‘‘(۲)۔

صحیح بات یہ ہے کہ داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے‘ سرے سے کچھ نہ کاٹا جائے‘ اس سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

اور احادیث رسول کے نصوص کی روشنی میں یہی بات صحیح اور راجح ہے۔ واللہ اعلم

ثانیاً: مذکورہ آراء کے دلائل اور ان کا جائزہ:

مذکورہ آراء میں سے ابتدائی تینوں آراء کے دلائل میں کوئی ایک بھی صحیح، مستند اور واضح دلیل نبی کریم ﷺ کی سنت وسیرت سے موجود نہیں ہے، آپ کی پوری سیرت میں کسی قولی یا فعلی دلیل سے کسی بھی موقع پر کم یا بیش داڑھی کے کاٹنے کا ثبوت نہیں ملتا، نہ قدرے مشت کا، نہ بکھرے بالوں کا، نہ عام حالات میں اور نہ ہی حج یا عمرہ کے موقع پر(۳)۔

---

(۱) المجموع شرح المھذب (1/290)۔

(۲) شرح النووی علی مسلم (3/151)۔

(۳) داڑھی کاٹنے کے سلسلہ میں دو روایتیں نبی کریم ﷺ سے آتی ہیں، ان میں سے ایک قولی ہے اور دوسری فعلی، اور یہ دونوں ہی روایتیں بے انتہا ضعیف، موضوع اور ناقابل اعتبار ہیں۔ ===

===

ا۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، ''أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطُولِهَا''۔

نبی کریم ﷺ اپنی داڑھی کو چوڑائی اور لمبائی سے کاٹتے تھے۔

[سنن الترمذی، أبواب الادب، باب ماجاء فی الاخذ من اللحیۃ (5/94، حدیث 2762)]۔

یہ روایت موضوع اور جھوٹی ہے، کیونکہ اس کی سند میں عمر بن ہارون بن یزید بلخی نامی ایک راوی ہے جسے محدثین نے کذاب یعنی نہایت جھوٹا بتلایا ہے اور اسے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ط الرسالۃ (9/267، نمبر 75)، وتہذیب الکمال فی أسماء الرجال (21/520، نمبر 4317)، وتہذیب التہذیب (7/501، نمبر 839)، والضعفاء والمتروکون للنسائی (ص:84، نمبر 475)۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (1/ 456، حدیث 288)، وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ (ص: 653، حدیث 4517)، وضعیف سنن الترمذی (ص:331)، وغایۃ المرام فی تخریج أحادیث الحلال والحرام (ص:86، حدیث 110)۔

۲۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: رَأَى النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مُجَفَّلٌ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ فَقَالَ: ''عَلَى مَا شَوَّهَ أَحَدُكُمْ أَمْسِ؟'' قَالَ: وَأَشَارَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى لِحْيَتِهِ وَرَأْسِهِ يَقُولُ: ''خُذْ مِنْ لِحْيَتِكَ وَرَأْسِكَ''۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے سر اور داڑھی کے بال بہت زیادہ تھے، تو آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنی صورت کیوں بگاڑ لیتا ہے؟ اور آپ نے اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''اپنی داڑھی اور سر کے بالوں میں سے کچھ کاٹ لو''۔

[شعب الایمان، کتاب الملابس والزی، فصل فی الاخذ من اللحیۃ والشارب (8/417، حدیث 6020)]۔

یہ روایت محدثین کے یہاں ضعیف جداً، یعنی حد درجہ ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے، اس کی سند میں ابو مالک عبد الملک بن الحسین النخعی الواسطی ہے جسے محدثین نے ضعیف اور متروک قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: الکامل فی ضعفاء الرجال (6/527، نمبر 1447)، وتہذیب الکمال فی أسماء الرجال (34/ 247، نمبر 7599)، وتقریب التہذیب (ص: 670، نمبر 8337)۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف جداً قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (5/ 375، حدیث 2355)۔

===

البتہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ سے کچھ آثار وارد ہیں، جن میں مذکورہ پہلوؤں سے داڑھی کے کاٹنے کا ذکر ہے، یہی آثار مذکورہ اقوال و آراء کے دلائل ہیں، آیئے ان آثار کی استنادی حیثیت اور سنت رسول ﷺ کے خلاف اور متعارض ہونے کی صورت میں ان کی شرعی حیثیت کا جائزہ لیں۔

۱۔ اثر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

❁ ''عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قال: كَانَ ابْنُ عُمَر إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ''[۱]۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے' جو اس سے زیادہ ہوتا کاٹ دیتے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''هُوَ مَوْصُولٌ بِالسَّنَدِ الْمَذْكُورِ إِلَى نَافِعٍ''[۲]۔

نافع تک اس کی سند متصل ہے۔

=== پھر ان دونوں روایات کے بارے میں فرماتے ہیں:

''واعلم أنه لم يثبت في حديث صحيح عن النبي ﷺ الأخذ من اللحية، لا قولا، كهذا، ولا فعلا كالحديث المتقدم برقم (**288**)''۔

جان لو کہ نبی کریم ﷺ سے کسی صحیح حدیث میں داڑھی کا ٹنا ثابت نہیں ہے، نہ قولی حدیث میں' جیسے یہ حدیث، اور نہ فعلی حدیث میں جیسے گذری ہوئی حدیث 288۔

[دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (5/375)]۔

نوٹ: داڑھی کے سلسلہ میں مزید کچھ ضعیف وموضوع روایات کا ذکر دسویں فصل میں آئے گا، ان شاء اللہ۔

(۱) صحیح البخاری تعلیقا (7/160، حدیث 5892) کے تحت۔ نیز دیکھئے: موطا امام مالک بتحقیق محمد الاعظمی (3/582، حدیث 1483، 1484)۔

(۲) فتح الباری لابن حجر (10/350)۔

یہ اثر صحیح ہے۔

❁ مروان بن سالم عن ابن عمر:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى أَبُو مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ، أَخْبَرَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ سَالِمٍ الْمُقَفَّعَ، قَالَ: ''رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَيَقْطَعُ مَا زَادَ عَلَى الْكَفِّ''(۱)۔

میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے اور جو ہتھیلی سے زیادہ ہوتا کاٹ دیتے۔

یہ اثر اس سند کے ساتھ ضعیف ہے۔ کیونکہ یہ مروان بن سالم المقفع کی سند سے ہے ان سے دو لوگوں نے روایت کیا ہے، لیکن کسی معتبر شخص کی توثیق نہ ہونے کے سبب وہ مجہول الحال ہیں (۲)۔

❁ عن مجاهد قال: ''رأيت ابن عمر قبض على لحيته يوم النحر، ثم قال للحجام: خذ ما تحت القبضة''(۳)۔

مجاہد سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے قربانی کے دن ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے داڑھی مٹھی میں لی، اور حجام سے کہا: مٹھی کے نیچے والا کاٹ دو۔

یہ اثر صحیح ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے (۴)۔

❁ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ، وَوَكِيعٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ

---

(۱) سنن أبي داود (2/306، حدیث 2357)، والمستدرک للحاکم (1/584، حدیث 1536)، وشعب الایمان (8/415، حدیث 6017)، والسنن الکبری للنسائی (3/374، حدیث 3315، 10058)۔

(۲) دیکھئے: الجامع فی احکام اللحیۃ، رازی ص 139۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (5/376)۔

(۳) الترجل للخلال (ص 115)۔

(۴) دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (5/376)۔

عُمَرَ رضي الله عنهما: ''أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مَا فَوْقَ الْقُبْضَةِ''،وَقَالَ وَكِيعٌ: ''مَا جَاوَزَ الْقُبْضَةَ''[1]۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما مشت سے اوپر کا حصہ کاٹ دیتے تھے۔ وکیع فرماتے ہیں: جو مشت سے زیادہ ہوتا تھا اسے کاٹ دیتے تھے۔

یہ اثر صحیح ہے[2]۔

۲۔ اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ''التَّفَثُ الرَّمْيُ، وَالذَّبْحُ، وَالْحَلْقُ، وَالتَّقْصِيرُ، وَالْأَخْذُ مِنَ الشَّارِبِ وَالْأَظْفَارِ وَاللِّحْيَةِ''[3]۔

''تفث'' سے مراد رمی، قربانی، حلق، قصر اور مونچھ، ناخن اور داڑھی کا کاٹنا ہے۔

یہ اثر ضعیف ہے۔ کیونکہ:

۱۔ امام طبری نے ہشیم سے روایت کیا ہے[4] فرماتے ہیں: (حدثنا هشيم، قال: أخبرنا عبد الملك، عن عطاء، عن ابن عباس)

اور اس میں داڑھی کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا ہشیم کی مخالفت کے سبب ابن نمیر کی روایت شاذ ہے، کیونکہ ہشیم اُن سے ارجح ہیں۔

۲۔ عبدالملک بن جریج مدلس ہیں اور انہوں نے عن سے روایت کیا ہے، نیز انہوں نے عطاء

---

(۱) مصنف ابن أبی شیبۃ (5/225، حدیث 25486)۔

(۲) دیکھئے: الجامع فی احکام اللحیۃ، رازحی ص 140)۔

(۳) مصنف ابن أبی شیبۃ (3/429، حدیث 15673)۔

(۴) تفسیر الطبری (18/612)۔

سے براہ راست نہیں سنا ہے، بلکہ ان کے بیٹے سے کتاب لے لی تھی۔

۳۔عطاء خراسانی نے ابن عباس سے نہیں سنا ہے لہذا سند میں انقطاع ہے[۱]۔

۳۔اثر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

❁ شیخ من أہل المدینۃ عنہ:

أَخْبَرَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْخٌ أَظُنُّهُ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قَالَ: ''رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحْفِي عَارِضَيْهِ يَأْخُذُ مِنْهُمَا. قَالَ: وَرَأَيْتُهُ أَصْفَرَ اللِّحْيَةِ''[۲]۔

میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے دونوں رخسار کے بال کاٹتے تھے، اور میں دیکھا کہ ان کی داڑھی زرد ہے۔

یہ اثر ضعیف ہے، کیونکہ شیخ مدینہ مبہم ہے[۳]۔

❁ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ حَسَّانٍ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُمَرَ بن أيوب حدثنا أبو زرعة بن جَرِيرٍ قَالَ: ''كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ فَمَا كَانَ أَسْفَلَ مِنْ قَبْضَةٍ جَزَّهُ''[۴]۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو مشت میں لیتے تھے اور جو اس کے نیچے ہوتا تھا، کاٹ دیتے تھے۔

---

(۱) دیکھئے: العجاب فی بیان الاسباب للحافظ ابن حجر (1/208، 209)۔

(۲) الطبقات الکبری ط دار صادر (4/334)۔

(۳) البتہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے شیخ اہل مدینہ کے سلسلہ میں خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ عثمان بن عبید اللہ ہیں، اور اثر کو حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (5/378)۔

(۴) الترجل للخلال (ص115)۔ ومصنف ابن أبی شیبۃ (5/225، حدیث 25488)۔

یہ اثر عمر بن ایوب کی وجہ سے ضعیف ہے[۱]۔

۴۔اثر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

❁ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ زَمْعَةَ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ:''كَانَ عَلِيٌّ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِمَّا يَلِي وَجْهَهُ''[۲]۔

علی رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی سے کچھ کاٹ لیا کرتے تھے۔

یہ اثر ضعیف ہے، کیونکہ زمعہ بن صالح ضعیف ہے[۳]۔

۵۔اثر جابر رضی اللہ عنہ:

❁ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: قَالَ جَابِرٌ:''لَا نَأْخُذُ مِنْ طُولِهَا إِلَّا فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ''[۴]۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم صرف حج یا عمرہ کے موقع داڑھی کی لمبائی سے کچھ کاٹتے تھے۔

یہ اثر ضعیف ہے، کیونکہ ابو ہلال راسبی کو امام بخاری وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے[۵]۔

نیز قتادہ اور جابر رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے[۶]۔

---

(۱) دیکھئے: میزان الاعتدال (2/385)، والجرح والتعدیل لابن أبی حاتم (2/98/6،37)، وبیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام لابن القطان الفاسی (4/627)۔

(۲) مصنف ابن أبی شیبۃ (5/225، حدیث 25480)۔

(۳) دیکھئے: الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم (3/624/2823)، وتہذیب الکمال فی أسماء الرجال (9/386/2003)، ومیزان الاعتدال (2/81/2904)۔

(۴) مصنف ابن أبی شیبۃ (5/225، حدیث 25487)۔

(۵) تہذیب التہذیب (9/195/303)، والکامل فی ضعفاء الرجال (7/437/1685)۔

(۶) دیکھئے: جامع التحصیل للعلائی (ص:254/633)۔

۞ حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، وَقَرَأَهُ عَبْدُ الْمَلِكِ عَلَى أَبِي الزُّبَيْرِ، وَرَوَاهُ أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: ''كُنَّا نُعْفِي السِّبَالَ، إِلَّا فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ''[۱]۔

ہم داڑھیاں بڑھاتے تھے، سوائے حج یا عمرہ کے موقع پر۔

یہ اثر ضعیف ہے، کیونکہ ابوالزبیر مدلس ہیں[۲]، اور یہاں سماع کی صراحت نہیں ہے۔ روایت کا صیغہ ناکافی ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے[۳]۔

۶۔ اثر محمد بن کعب القرظی:

۞ حدثني يونس، قال: أخبرنا ابن وهب، قال: أخبرني أبو صخر، عن محمد بن كعب القرظي، أنه كان يقول في هذه الاية: (ثُمَّ لْيَقْضُواْ تَفَثَهُمْ) ''رمي الجمار، وذبح الذبيحة، وأخذ من الشاربين واللحية والأظفار، والطواف بالبيت وبالصفا والمروة''[۴]۔

''تفث'' سے مراد رمی جمار، قربانی، مونچھ داڑھی اور ناخنوں کا کاٹنا، طواف کعبہ اور سعی بین الصفا والمروہ ہے۔

یہ اثر حسن ہے۔

۷۔ اثر مجاہد بن جبر:

۞ حدثني محمد بن عمرو؛ قال: ثنا أبو عاصم، قال: ثنا عيسى،

---

(۱) سنن أبي داود (4/84، حدیث 4201)۔

(۲) دیکھئے: جامع التحصیل (ص: 110/50)۔

(۳) دیکھئے: سنن أبي داود (4/84، حدیث 4201)۔

(۴) تفسیر الطبری (18/612)، والتمہید لابن عبدالبر (24/146)۔

وحدثني الحارث، قال: ثنا الحسن، قال: ثنا ورقاء جميعا، عن ابن أبي نجيح، عن مجاهد: (ثُمَّ لْيَقْضُواْ تَفَثَهُمْ) قال: ''حلق الرأس، وحلق العانة، وقصر الأظفار، وقصّ الشارب، ورمي الجمار، وقص اللحية''[۱]۔

''تفث'' سے مراد سر کے بال مونڈنا، موئے زیر ناف صاف کرنا، ناخن کاٹنا، مونچھ کاٹنا، کنکری مارنا اور داڑھی کاٹنا ہے۔

یہ اثر صحیح ہے۔

۸۔ اثر طاووس:

۞ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ: ''أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ، وَلَا يُوجِبُهُ''[۲]۔

طاووس رحمہ اللہ اپنی داڑھی سے کچھ کاٹتے تھے، اور اسے واجب نہیں سمجھتے تھے۔

یہ اثر منقطع ہے اور ابن جریج جو کہ مدلس ہیں، انہوں نے عن سے روایت کیا ہے۔

ابن ابوحاتم فرماتے ہیں کہ ابن جریج نے ابن طاووس سے صرف ایک حدیث سنی ہے[۳]۔

۹۔ اثر سالم بن عبداللہ:

۞ مَالِكٌ؛ أَنَّهُ بَلَغَهُ: ''أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ، دَعَا بِالْجَلَمَيْنِ، فَقَصَّ شَارِبَهُ. وَأَخَذَ مِنْ لِحْيَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْكَبَ، وَقَبْلَ أَنْ يُهِلَّ مُحْرِماً''[۴]۔

(۱) تفسیر الطبری (613/18)

(۲) مصنف ابن أبی شیبۃ (225/5، حدیث 25483)

(۳) دیکھئے: الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم (ص:245)، نیز دیکھئے: تاریخ ابن معین (543/130/3)۔

(۴) موطا امام مالک تحقیق الاعظمی (583/3، حدیث 1487)۔

امام مالک کو یہ بات پہنچی ہے کہ سالم بن عبداللہ جب احرام کا ارادہ کرتے، تو کاٹنے کا آلہ منگوا کر اپنی مونچھ کاٹ لیتے، اور سوار ہونے اور احرام کی نیت قبل اپنی داڑھی سے کچھ کاٹ لیتے۔

یہ اثر ضعیف ہے، کیونکہ ''پہنچانے والا'' معلوم نہیں ثقہ ہے یا ضعیف۔

۱۰۔ اثر عطا بن ابی رباح:

۞ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ، قَالَ: ''كَانُوا يُحِبُّونَ أَنْ يُعْفُوا اللِّحْيَةَ إِلَّا فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ، وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ يَأْخُذُ مِنْ عَارِضِ لِحْيَتِهِ''[۱]۔

لوگ داڑھیاں بڑھانا پسند کرتے تھے سوائے حج وعمرہ کے موقع پر، اور ابراہیم اپنی داڑھی کی چوڑائی سے کچھ کاٹتے تھے۔

یہ اثر عطا تک صحیح ہے۔

۱۱۔ اثر ابن جریج:

۞ حدثني نصر بن عبد الرحمن الأودي، قال: ثنا المحاربي، قال: سمعت رجلا يسأل ابن جُرَيج عن قوله: (ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ) قال: الأخذ من اللحية، ومن الشارب، وتقليم الأظفار، ونتف الإبط، وحلق العانة، ورمي الجمار''[۲]۔

ایک آدمی نے ابن جریج سے فرمان باری: (ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ) کی تفسیر پوچھا تو انہوں نے فرمایا: داڑھی اور مونچھ سے کچھ کاٹنا، ناخن تراشنا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیر ناف کے بال صاف کرنا اور رمی جمار۔

---

(۱) مصنف ابن أبی شیبة (5/225، حدیث 25482)، والتمہید لابن عبدالبر (24/146)۔

(۲) تفسیر الطبری (18/613)۔

اس اثر کی سند ابن جریج تک صحیح ہے۔

۱۲۔ اثر حسن بصری:

۞ حَدَّثَنَا عَائِذُ بْنُ حَبِيبٍ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: ''كَانُوا يُرَخِّصُونَ فِيمَا زَادَ عَلَى الْقُبْضَةِ مِنَ اللِّحْيَةِ أَنْ يُؤْخَذَ مِنْهَا''[۱]۔

حسن فرماتے ہیں: لوگ ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنے کی رخصت دیتے تھے۔

یہ اثر ضعیف ہے، کیونکہ اشعث بن سوار کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے[۲]۔

۱۳۔ اثر قاسم بن محمد بن ابوبکر:

۞ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، عَنْ أَفْلَحَ، قَالَ: ''كَانَ الْقَاسِمُ إِذَا حَلَقَ رَأْسَهُ أَخَذَ مِنْ لِحْيَتِهِ وَشَارِبِهِ''[۳]۔

قاسم جب اپنا سر منڈاتے تو اپنی داڑھی اور مونچھ سے بھی کچھ کاٹتے۔

اس اثر کی سند قاسم تک صحیح ہے۔

۱۴۔ اثر حسن و ابن سیرین:

۞ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ أَبِي هِلَالٍ، قَالَ: سَأَلْتُ الْحَسَنَ، وَابْنَ سِيرِينَ فَقَالَا: ''لَا بَأْسَ بِهِ أَنْ تَأْخُذَ مِنْ طُولِ لِحْيَتِكَ''[۴]۔

---

(۱) مصنف ابن أبی شیبۃ (5/225، حدیث 25484)۔

(۲) دیکھئے: تاریخ ابن معین بروایۃ الدوری (4/80/3230)، والضعفاء والمتروکون للنسائی (ص:20/58)، والکامل فی ضعفاء الرجال (2/40/198)، وتہذیب الکمال فی أسماء الرجال (3/264/524) نیز دیکھئے: تقریب التہذیب (ص:113/524)۔

(۳) مصنف ابن أبی شیبۃ (5/225، حدیث 25485)

(۴) مصنف ابن أبی شیبۃ (5/226، حدیث 25489)، والتمہید (24/146)، والاستذکار (8/429)۔

حسن اور ابن سیرین نے ابو ہلال سے کہا: اگر تم اپنی داڑھی کی لمبائی سے کچھ کاٹ لو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس اثر کی سند میں ابو ہلال راسبی ہے جو کہ ضعیف ہے، لہٰذا اثر ضعیف ہے [۱]۔

۱۵۔ اثر ابراہیم نخعی:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: ''كَانُوا يُطَيِّبُونَ لِحَاهُمْ، وَيَأْخُذُونَ مِنْ عَوَارِضِهَا'' [۲]۔

لوگ اپنی داڑھیوں میں خوشبو لگاتے تھے اور چوڑائی سے کچھ کاٹتے تھے۔

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

البتہ بیہقی کی سند میں یعلی بن عبید ہیں جو ثقہ ہیں، لیکن سفیان ثوری سے روایت میں اُن میں ضعف ہے [۳]۔

لیکن چونکہ وکیع نے ان کی متابعت کی ہے لہٰذا یہ ضعف مضر نہیں [۴]۔

یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ کے بعض آثار ہیں جن میں سے کچھ تو ضعیف ہیں؛ اور کچھ صحیح ہیں جن سے ان اقوال کے قائلین نے استدلال کیا ہے جو داڑھی کو یک مشت سے زائد ہونے کی صورت میں، یا حج وعمرہ کے موقع پر یا بہت زیادہ بڑھنے اور بکھر جانے کی

---

(۱) دیکھئے: تہذیب التہذیب (9/ 195/ 303) والکامل لابن عدی (7/ 437/ 1685)، دیکھئے: (ص99)۔

(۲) مصنف ابن أبي شيبة (5/ 226، حدیث 25490)، و(شعب الایمان (8/ 416، حدیث 6018)، نیز دیکھئے: التمہید (24/ 146)، والاستذکار (8/ 429)۔

(۳) دیکھئے: تہذیب الکمال فی أسماء الرجال (32/ 391/ 7115)، ومیزان الاعتدال (4/ 458/ 9838)، وتقریب التہذیب (ص: 609/ 7844)، نیز دیکھئے: الرواۃ الثقات المتکلم فیہم بما لا یوجب ردہم للذھبی (ص: 199/ 90)۔

(۴) ان تمام آثار اور ان کی استنادی حیثیت کے لئے ملاحظہ فرمائیں: الجامع فی احکام اللحیۃ للرازحی، ص 137-150)۔

صورت میں اس کے کاٹنے کے قائل ہیں۔

اولاً: ضعیف آثار میں کوئی حجت نہیں۔

ثانیاً: جن آثار کی سندیں صحیح یا حسن ہیں وہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت شدہ قولی وفعلی تاکیدی احادیث کے خلاف اور متعارض ہیں جن میں آپ نے کسی قسم کی تحدید وتخصیص کے بغیر داڑھیوں کو بڑھانے، لمبی کرنے، اپنی حالت پر چھوڑ دینے اور لٹکانے کا حکم دیا ہے اور عمر بھر اُس کا عملی نمونہ پیش کیا ہے، بایں طور کہ آپ سے کسی طرح قطعاً داڑھی سے تعرض کرنا ثابت نہیں ہے، لہٰذا وہ بھی اُن مرفوع احادیث کے خلاف حجت نہیں ہوسکتیں۔

ایک صریح دلیل کے طور پر حج تمتع کے مسئلہ میں علی رضی اللہ عنہ کا ٹھوس موقف ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الحَكَمِ، قَالَ: شَهِدْتُ عُثْمَانَ، وَعَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَعُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ المُتْعَةِ، وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا رَأَى عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا، لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ، قَالَ: ''مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ لِقَوْلِ أَحَدٍ''(۱)۔

مروان بن حکم کہتے ہیں کہ میں عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، اور عثمان رضی اللہ عنہ حج تمتع یعنی حج وعمرہ دونوں کو اکٹھا کرنے سے منع فرماتے تھے، جب علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو دونوں کا احرام باندھا اور فرمایا: ''میں کسی کے قول کی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا''۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مَا تُرِيدُ إِلَى أَمْرٍ فَعَلَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، تَنْهَى عَنْهُ؟''(۲)۔

کیا ایک کام جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے آپ اس سے منع کرنا چاہتے ہیں؟

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب التمتع والقران والافراد (2/142، حدیث 1563)۔

(۲) دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز التمتع (2/897، حدیث 1223)۔

اسی طرح خود عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حج تمتع ہی کے مسئلہ میں ایک شامی شخص کو حج تمتع کی حلت کا فتویٰ دیا، اور پھر جب اس نے آپ کے والد عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتلایا کہ وہ اس سے منع کرتے ہیں تو فرمایا:

''أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ أَبِي نَهَى عَنْهَا وَصَنَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، أَأَمْرَ أَبِي نَتَّبِعُ؟ أَمْ أَمْرَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: بَلْ أَمْرَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: ''لَقَدْ صَنَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ''(۱)۔

بھلا بتاؤ کہ اگر میرے باپ نے اس سے منع کیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہو، تو کیا ہم حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتباع کریں گے یا میرے باپ کے حکم کی؟ شامی نے کہا: نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی؟ فرمایا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیا ہے!

چنانچہ داڑھی کے اس مسئلہ میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَقَدْ اسْتَدَلَّ بِذَلِكَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالرِّوَايَاتُ الْمَرْفُوعَةُ تَرُدُّهُ''(۲)۔

بعض علماء نے ان آثار سے استدلال کیا ہے، جبکہ مرفوع روایتیں اس کی تردید کرتی ہیں۔

صاحب تحفۃ الاحوذی علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَأَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ إِنَّهُ إِذَا زَادَ عَلَى الْقَبْضَةِ يُؤْخَذُ الزائد واستدل باثار بن عُمَرَ وَعُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَهُوَ ضَعِيفٌ لِأَنَّ أَحَادِيثَ الْإِعْفَاءِ الْمَرْفُوعَةِ الصَّحِيحَةِ تَنْفِي هَذِهِ الْآثَارَ، فَهَذِهِ الْآثَارُ لَا تَصْلُحُ

---

(۱) سنن الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی التمتع (3/176، حدیث 824)، علامہ البانی نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ نیز دیکھئے: مسند احمد (9/511)، حاشیہ ا۔

(۲) نیل الاوطار للشوکانی (1/149)۔

لِلاسْتِدْلَالِ بِهَا مَعَ وُجُودِ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ الْمَرْفُوعَةِ الصَّحِيحَةِ فَأَسْلَمُ الْأَقْوَالِ هُوَ قَوْلُ مِنْ قَالَ بِظَاهِرِ أَحَادِيثِ الْإِعْفَاءِ وَكَرِهَ أَنْ يُؤْخَذَ شَيْءٌ مِنْ طُولِ اللِّحْيَةِ وَعَرْضِهَا واللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ''(۱)۔

جس نے یہ کہا ہے کہ اگر داڑھی مشت سے زائد ہو تو اسے کاٹ دیا جائے' اور اس کے لئے ابن عمر، عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے آثار سے استدلال کیا ہے' یہ قول ضعیف ہے' کیونکہ اعفاء کے متعلق صحیح مرفوع احادیث ان آثار کی نفی کرتی ہیں، لہٰذا ان مرفوع صحیح احادیث کے ہوتے ہوئے یہ آثار قابل استدلال نہیں ہیں۔ لہٰذا سب سے مناسب قول ان لوگوں کا ہے جنہوں نے احادیث اعفاء کے ظاہر کو اپنایا ہے اور داڑھی کی لمبائی اور چوڑائی سے کچھ بھی کاٹنا مکروہ (حرام) سمجھا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

لہٰذا سلف کے ان آثار سے داڑھی کو کسی بھی صورت میں کاٹنے پر استدلال کرنے کے بجائے اُن کے اپنے اجتہاد پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے (بالخصوص ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل)۔

سماحۃ الشیخ علامہ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''واحتج .. بفعل ابن عمر رضي الله عنهما أنه كان يأخذ من لحيته في الحج ما زاد على القبضة. وهذا لا حجة فيه؛ لأنه اجتهاد من ابن عمر رضي الله عنهما، والحجة في روايته لا في اجتهاده. وقد صرح العلماء رحمهم الله: أن رواية الراوي من الصحابة ومن بعدهم الثابتة عن النبي ﷺ هي الحجة، وهي مقدمة على رأيه إذا خالف السنة''(۲)۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے حجت قائم کیا ہے کہ وہ حج کے موقع پر مشت سے زائد

---

(۱) تحفۃ الاحوذی (8/39)۔

(۲) مجموع فتاوی ابن باز (8/370) و (10/79) و (29/35)۔

===

کاٹ دیا کرتے تھے، لیکن اس میں حجت نہیں ہے، کیونکہ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا اجتہاد ہے، اور حجت اُن کی روایت میں ہے نہ اُن کے اجتہاد میں۔ اور علماء رحمہم اللہ نے صراحت فرمائی ہے کہ (صحابۂ کرام ہوں یا ان کے بعد) راوی کی نبی کریم ﷺ سے ثابت روایت ہی حجت ہے، اور مخالفت کی صورت میں اس کی رائے پر مقدم ہے۔

اجتہاد کے اسی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لَعَلَّ بن عُمَرَ أَرَادَ الْجَمْعَ بَيْنَ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيرِ فِي النُّسُكِ فَحَلَقَ رَأْسَهُ كُلَّهُ وَقَصَّرَ مِنْ لَحيَّتِهِ لِيَدْخُلَ فِي عُمُومِ قَوْلِهِ تَعَالَى: (مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ) وَخَصَّ ذَلِكَ مِنْ عُمُومِ قَوْلِهِ وَفِّرُوا اللِّحَى فَحَمَلَهُ عَلَى حَالَةٍ غَيْرِ حَالَةِ النُّسُكِ''[1]۔

شاید ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حج وعمرہ میں حلق وقصر دونوں کو اکٹھا کرنا چاہا ہو، چنانچہ سر کو پورا

=== اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اجتہادات کی مثالیں اور بھی ہیں، مثلاً آثار نبی ﷺ کی جستجو، منبر کو بوسہ دینا، بدلی کی صورت میں تیس تاریخ کا صوم رکھنا وغیرہ، ان مسائل میں اُن کا اجتہاد سنت کے موافق نہ رہا، لہٰذا ان مسائل میں اُن کے والد محترم عمر رضی اللہ عنہما سمیت دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی تائید نہ کی، دیکھئے: مجموع فتاوی ابن باز (9/109)، و(15/409)۔

علامہ ابن باز رحمہ اللہ آخری مسئلہ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''وابن عمر رضي الله عنهما اجتهد في هذا المقام ولكن اجتهاده مخالف للسنة عفا الله عنه، ... ولا يجوز أن يخالف النص لقول أحد من الناس لا لقول ابن عمر ولا غيره؛ لأن النص مقدم على الجميع''۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہاں اجتہاد کیا ہے، لیکن ان کا اجتہاد سنت کے مخالف ہے، اللہ انہیں معاف فرمائے... اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ کسی کے قول کی وجہ سے سنت کی مخالفت کرے، نہ ابن عمر کے قول کی وجہ سے، نہ ہی کسی اور کے، کیونکہ نص تمام لوگوں پر مقدم ہے۔ مجموع فتاوی ابن باز (15/409)۔

(۱) فتح الباری لابن حجر (10/350)۔

منڈالیا ہو اور داڑھی کو قصر کرلیا ہو' تا کہ فرمان باری: (مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ) کے عموم میں داخل ہوجائیں، اور اسے فرمان نبوی ''وفروا'' کے عموم سے نکال کر خاص کرلیا ہو، بایں طور کہ اسے غیر حج وعمرہ کی حالت پر محمول کیا ہو۔

اسی طرح علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''والْحَدِيث أخرجه مُسلم وَلَفظه: أُحْفُوا الشَّوَارِب واعفو مَأْمُورا بِهِ، فَلم أَخذ ابْن عمر من لحيته وَهُوَ رَاوِي الحَدِيث؟ وَأجِيب بِأَنَّهُ لَعَلَّه خصص بِالْحَجِّ أَو أَن الْمنْهِي هُوَ قصها كَفعل الْأَعَاجِم''(۱)۔

حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور لفظ امر کے صیغہ کے ساتھ ''احفوا الشوارب واعفوا'' ہے! پھر آخر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے داڑھی کیوں کٹائی، جب کہ وہی راویٔ حدیث ہیں؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ شاید انہوں نے اسے حج کے ساتھ خاص کرلیا تھا، یا یہ کہ ممانعت عجمیوں کی طرح کاٹنے کی ہے' نہ کہ مطلق کاٹنے کی۔

نیز علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إلا أنه تأول، والمتأول مجتهد إن أصاب فله أجران، وإن أخطأ فله أجر''(۲)۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تاویل کی ہے، اور تاویل کرنے والا مجتہد ہوتا ہے' اگر درست ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں، اور غلط ہو تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (22/47)۔

(۲) شرح الاربعین النوویۃ، از محمد بن صالح العثیمین (ص:314)۔

چند اشکالات اور ان کے جوابات

پہلا اشکال:

''اعفاء'' یعنی داڑھی بڑھانے اور مشرکین، اہل کتاب اور مجوس کی مخالفت کرنے کا حکم اس بات کا متقاضی ہے کہ داڑھی کو پوری طرح حلق یا اس کا غالب حصہ نہ کاٹا جائے، جیسا کہ عجمی مجوسیوں کا شیوہ تھا کیونکہ وہ داڑھیاں پوری طرح شیو کیا کرتے تھے [۱]۔

لہٰذا آثار کے مطابق مشت سے زائد یا طول وعرض سے کچھ بالوں کا کاٹنا ''اعفاء'' کے منافی نہیں، البتہ مونڈنا درست نہیں۔

جواب:

کفار ومشرکین، اہل کتاب اور مجوسیوں کا عمل داڑھی کے سلسلہ میں صرف یہی نہیں تھا کہ وہ اسے شیو کرتے تھے، بلکہ وہ اسے کاٹتے بھی تھے، لہٰذا مخالفت کے لئے داڑھی کو بالکلیہ چھوڑ دینا اور اس سے کسی بھی قسم کا تعرض نہ کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مجوسیوں کی عملی صورتحال کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ کر دریافت کیا:

''... يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّونَ عَثَانِينَهُمْ وَيُوَفِّرُونَ سِبَالَهُمْ. قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "قُصُّوا سِبَالَكُمْ وَوَفِّرُوا عَثَانِينَكُمْ وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ'' [۲]۔

---

(۱) دیکھئے: الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار) (2/418)۔

(۲) مسند احمد ایڈیشن مؤسسۃ الرسالۃ (36 / 613، حدیث 22283)، مسند کے محققین نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، والمعجم الکبیر للطبرانی، (8/282، حدیث 7924)، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے السلسلۃ الصحیحہ (3/249، حدیث 1245) میں اور صحیح الجامع، (حدیث 7114) میں حسن قرار دیا ہے۔

اے اللہ کے رسول ﷺ اہل کتاب اپنی داڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اہل کتاب کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی مونچھیں کٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فَإِنَّهُمْ كَانُوا يَقُصُّونَ لِحَاهُمْ وَمِنْهُمْ مَنْ كَانَ يَحْلِقُهَا''(۱)۔

کیونکہ مجوسی اپنی داڑھیاں کاٹتے تھے، اوران میں سے بعض حلق بھی کرتے تھے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''هَذَا لَا يُنَافِي قَوْلَهُ ﷺ اعْفُوا اللِّحَى لِأَنَّ الْمَنْهِيَّ هُوَ قَصُّهَا كَفِعْلِ الْأَعَاجِمِ أَوْ جَعْلُهَا كَذَنَبِ الْحَمَامِ''(۲)۔

یہ حکم رسول ''اَعفوا اللحی'' کے منافی ہے، کیونکہ داڑھی کو عجمیوں کی طرح کاٹنا یا اسے کبوتر کی دم کی طرح بنانا ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرتے ہیں:

''وَكَانَ مِنْ عَادَةِ الْفُرْسِ قَصُّ اللِّحْيَةِ فَنَهَى الشَّارِعُ عَنْ ذَلِكَ وَأَمَرَ بِإِعْفَائِهَا''(۳)۔

چونکہ فارسیوں کی عادت تھی کہ وہ داڑھی کاٹتے تھے، لہٰذا شارع علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا اور چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

معلوم ہوا کہ اہل کتاب داڑھیاں کاٹتے تھے، اور ممانعت کاٹنے کی ہے اور اللہ کے رسول

---

(۱) فتح الباری لابن حجر (10/349)۔

(۲) دیکھئے: تحفۃ الاحوذی (8/36)، وشرح اَبی داود للعینی (1/163)۔

(۳) نیل الاوطار (1/143)، وشرح النووی علی مسلم (3/149)۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام کو کاٹنے میں ان کی مخالفت کرتے ہوئے اعفاء وتوفیر کا حکم دیا۔

دوسرا اشکال:

احادیث نبویہ پر عمل کرنے کے لئے فہم سلف صحابہ وتابعین وتبع تابعین ضروری ہے، کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے اسے سنا، اس کا معنیٰ ومراد سمجھا اور اس کے مطابق عمل کیا ہے، لہٰذا سلف صالحین کا مختلف طریقوں سے داڑھی کا کاٹنا ''اعفاء'' کے منافی نہیں، بلکہ ''اعفاء'' کے معنیٰ کا حقیقی فہم ہے[1]۔

جواب:

۱۔ بلا شبہ کتاب وسنت کے نصوص کو سمجھنے کے لئے فہم سلف لازمی ہے، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قولی حدیثوں کا معنیٰ ومراد خود امام السلف اور رأس السلف صاحب شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی بہتر اور عمدہ کیا کوئی سمجھ سکتا ہے؟

داڑھی کا مسئلہ صرف قولی نہیں کہ اس کے معنیٰ ومقصود کا فہم محض صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین وتبع تابعین کی سمجھ پر موقوف ہو، کہ انہوں نے کیا سمجھا، بلکہ یہ عملی اور مشاہداتی مسئلہ ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داڑھی کے سلسلہ میں جس طرح پانچ تاکیدی الفاظ میں قولی حکم دیا ہے اُسی طرح اپنے عمل سے امت کے سامنے اس کی تطبیق بھی پیش کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں کبھی کسی طرح داڑھی کا ایک بال بھی کاٹنا ثابت نہیں! ظاہر ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فہم امت کے تمام تر فہوم سے اولیٰ اور اس پر مقدم ہے، خواہ کوئی بھی ہو[2]۔

۲۔ اگر سلف صالحین رحمہم اللہ نے ''إعفاء'' کا مفہوم یہ سمجھا ہے کہ طول وعرض سے بالوں کا کچھ

---

(۱) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (5/378) و(13/442)۔

(۲) دیکھئے: زیر نظر رسالہ (ص 31-50)۔

حصہ کاٹنا اعفاء کے منافی نہیں ہے، تو اس کی تائید سب سے پہلے خود لغت عرب سے ہونی چاہئے، لیکن اس کی تائید نہ لغت عرب سے ہوتی ہے اور نہ ہی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے! کیونکہ لغت عرب میں کاٹنا کترنا اعفاء کے منافی ہے، اور سنت رسول میں کہیں سرے کاٹنا کترنا ثابت نہیں، خواہ قدر مشت سے متجاوز ہو، یا حج وعمرہ کا موقع ہو یا طول وعرض سے بکھرے بالوں کا مسئلہ ہو!

علامہ ابن فارس رحمہ اللہ بڑی وضاحت سے فرماتے ہیں:

''وَإِذَا تُرِكَ فَلَمْ يُقْطَعْ وَلَمْ يُجَزْ فَقَدْ عَفَا. وَالْأَصْلُ فِيهِ كُلِّهِ التَّرْكُ''(۱)۔

''عفا'' کی حقیقت یہ ہے کہ پوری طرح چھوڑ دیا جائے، کاٹا کترا نہ جائے، ان تمام الفاظ میں اصل ''چھوڑنے'' ہی کا معنیٰ ہے۔

۳۔ یہ جملہ سلف صحابہ وتابعین وتبع تابعین کا عمل نہیں ہے بلکہ ان میں سے چند کا اپنا اجتہادی عمل ہے، جیسا کہ صحیح سندوں سے وارد ہے ورنہ اصل تو یہ ہے کہ داڑھی سے سرے کوئی تعرض نہ کیا جائے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کبار صحابہ خلفائے راشدین وغیرہ سمیت دیگر ہزاروں بلکہ لاکھوں صحابہ، تابعین وتبع تابعین کا عمل ہے، اور اصل ہونے کے سبب اسے نقل کرنے کی ضرورت نہ رہی، البتہ جو اس اصل عام کے خلاف تھا نقل کیا گیا(۲)۔

تیسرا اشکال:

داڑھی کا کاٹنا بعض ان صحابہ سے ثابت ہے جو خود داڑھی کے ''اِعفاء'' وغیرہ کے سلسلہ میں وارد مرفوع احادیث کے راوی ہیں جیسے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، اور راوی اپنی روایت کے معنیٰ ومقصود کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے، جیسا کہ اصول فقہ کا قاعدہ ہے ''الراوی أدری بمرویہ من غیرہ'' (راوی اپنی روایت کے معنیٰ کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے) لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ

---

(۱) مقاییس اللغۃ لابن فارس (4/58)۔

(۲) دیکھئے: الجامع فی احکام اللحیۃ للرازی (ص:155)۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل حدیث رسول کے خلاف نہیں ہے، بلکہ حدیث رسول کا فہم ہے(۱)۔

جواب:

۱۔ مذکورہ قاعدہ اہل علم کے یہاں عملی طور پر کچھ زیادہ قابل اعتناء نہیں ہے بلکہ سلف کے یہاں اس کے برخلاف بکثرت مثالیں موجود ہیں جن میں انہوں نے مخالفت کی صورت میں راوی کی رائے اور فتویٰ کو ترک کر دیا ہے اور اس کی روایت ہی کو حجت اور قابل اعتبار قرار دیا ہے(۲)۔

۲۔ راوی کی روایت اور اس کے فہم، رائے اور فعل میں تعارض کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ نص اپنے معنیٰ ومفہوم میں واضح اور صریح نہ ہو بلکہ اس میں احتمال ہو۔

۲۔ نص اپنے معنیٰ ومفہوم میں واضح اور صریح ہو، کوئی احتمال نہ ہو۔

مذکورہ قاعدہ کا محل پہلی صورت ہے، یعنی اگر نص صریح اور واضح نہ ہو تو راوی کے فہم ورائے کو دوسروں کی رائے پر مقدم کیا جائے گا۔

جبکہ تعارض کی دوسری صورت یعنی اگر نص صریح اور واضح ہو کسی قسم کا احتمال نہ ہو تو اس کے لئے اہل علم کے یہاں دوسرا اصولی قاعدہ ہے، اور وہ ہے: ''**الْعبرَةُ بِرِوَايَة الراوي لَا برَأْيِه**'' یا ''**الْحُجَّةُ فِي رِوَايَتِهِ لَا فِي رَأْيِهِ**''۔ یعنی عدم احتمال کی صورت میں راوی کی روایت کا اعتبار ہوگا اس کی رائے کا نہیں(۳)۔

اور زیر بحث مسئلہ دوسری صورت کے قبیل سے ہے نہ کہ پہلی صورت سے، کیونکہ داڑھی کے

---

(۱) دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (11/786، و5/379، و13/442)۔

(۲) دیکھئے: إعلام الموقعين عن رب العالمين لابن القیم [فَصْلٌ: فَتْوَى الصَّحَابِيِّ عَلَى خِلَافِ مَا رَوَاهُ] (3/36) اور اس کے بعد)

(۳) دیکھئے: قواطع الادلۃ فی الاصول للسمعانی (1/190)، ومن أصول الفقہ علی منہج أہل الحدیث، لزکریا غلام الباکستانی (ص:135)۔

سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استعمال کردہ الفاظ کے معنیٰ میں کوئی احتمال نہیں ہے، بلکہ پانچ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور تمام الفاظ یکساں معنیٰ پر دلالت اور اس کی تائید و تاکید کرتے ہیں، نیز آپ کا عمل اس پر مزید شاہد خیر ہے، امام نووی فرماتے ہیں:

''فَحَصَلَ خَمْسُ رِوَايَاتٍ أَعْفُوا وَأَوْفُوا وَأَرْخُوا وَأَرْجُوا ووَفِّرُوا وَمَعْنَاهَا كُلُّهَا تَرْكُهَا عَلَى حَالِهَا هَذَا هُوَ الظَّاهِرُ مِنَ الْحَدِيثِ الَّذِي تَقْتَضِيهِ أَلْفَاظُهُ''[۱]۔

چنانچہ مجموعی طور پر پانچ روایتیں حاصل ہوئیں:(أَعْفُوا، وَأَوْفُوا، وَأَرْخُوا، وَأَرْجُوا، وَوَفِّرُوا)اوران تمام کا معنیٰ ہے اسے اپنی حالت پر چھوڑ دو، حدیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے' اس کے الفاظ اسی کے متقاضی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے ہمیشہ ایسی صورت میں اسی قاعدہ کی تطبیق فرمائی ہے، چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ کتاب ''الام'' میں فرماتے ہیں:

''الْحُجَّةُ فِيمَا رُوِيَ عَنْهُ دُونَ مَا خَالَفَهُ''[۲]۔

حجت راوی کی روایت میں ہے اس کی مخالفت میں ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''الْقَصْدُ فِي هَذَا الْبَابِ أَنَّ الْحَدِيثَ إذَا صَحَّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَمْ يَصِحَّ عَنْهُ حَدِيثٌ اخرَ يَنْسَخُهُ أَنَّ الْفَرْضَ عَلَيْنَا وَعَلَى الْأُمَّةِ الْأَخْذُ بِحَدِيثِهِ وَتَرْكُ كُلِّ مَا خَالَفَهُ، وَلَا نَتْرُكُهُ لِخِلَافِ أَحَدٍ مِنْ النَّاسِ كَائِنًا مَنْ كَانَ لَا راويه وَلَا غَيْرُهُ''[۳]۔

---

(۱) شرح النووی علی مسلم (3/151)۔

(۲) کتاب الام للامام الشافعی (7/204)۔

(۳) إعلام الموقعین عن رب العالمین (3/38)۔

اس باب میں معیار یہی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی صحیح حدیث ہو اور کوئی اور صحیح حدیث اس کی ناسخ نہ ہو‘ تو ہم پر اور پوری امت پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو لینا اور اس کے خلاف تمام چیزوں کو ترک دینا فرض ہے، ہم کسی کی مخالفت کی وجہ سے اس حدیث کو نہیں چھوڑ سکتے‘ خواہ کوئی بھی ہو، نہ راوی نہ کوئی اور۔

خلاصہ کلام اینکہ یہی محققین کی رائے ہے کہ عدم احتمال کی صورت میں روایت کا اعتبار ہوگا راوی کی رائے یا فعل اور اس کے فتویٰ کا اعتبار نہ ہوگا، خواہ کوئی بھی ہو، جیسے، امام خطیب بغدادی [۱]، امام ابن حزم [۲]، امام مغلطائی [۳]، حافظ ابن حجر [۴]، علامہ شوکانی [۵]، علامہ عظیم آبادی [۶]، علامہ نواب صدیق حسن خان [۷]، علامہ عبد الرحمن مبارکپوری [۸]، علامہ محمد حیاۃ سندی [۹]، سید سابق [۱۰]، امام محمد بن عبد الوہاب، محمد بن ابراہیم آل شیخ [۱۱]، اور معاصرین میں سے علامہ ابن عثیمین [۱۲]، علامہ ابن باز، ڈاکٹر صالح الفوزان، اور عبد العزیز آل الشیخ [۱۳] رحمہم اللہ تعالیٰ۔

---

(۱) الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی (1/370)۔ صحابہ کرام کی مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں۔
(۲) المحلی بالآثار (4/354، و10/201)، والنبذۃ الکافیۃ فی أحکام أصول الدین (ص:53)۔
(۳) شرح ابن ماجہ لمغلطای (ص:36، 197)۔ اور فرماتے ہیں کہ یہی اکثر علماء اور محدثین کا مذہب ہے۔
(۴) فتح الباری لابن حجر (3/107)۔
(۵) إرشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الاصول (1/161، 162)۔
(۶) عون المعبود مع حاشیۃ ابن القیم (6/193)۔
(۷) الروضۃ الندیۃ (2/247)۔
(۸) تحفۃ الاحوذی (8/39)۔
(۹) رسالۃ فی حکم إعفاء اللحیۃ (ص65، حاشیہ)۔
(۱۰) فقہ السنۃ (2/265)۔
(۱۱) فتاوی ورسائل سماحۃ الشیخ محمد بن إبراہیم بن عبد اللطیف آل الشیخ (2/57)۔
(۱۲) الشرح الممتع علی زاد المستقنع (7/368) و (5/381)۔
(۱۳) دیکھئے: مجموع فتاوی ابن باز (8/370) وفتاوی اللجنۃ الدائمۃ (11/329)۔

حاصل کلام اینکہ روایت کی مخالفت کی صورت میں جبکہ احتمال نہ ہو' راوی کی رائے اور اس کے عمل اور فتویٰ کا نہیں بلکہ روایت ہی کا اعتبار ہوگا، ورنہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ترک لازم آئے گا اور اس قاعدہ کی رو سے متعدد سنتیں متروک ومہجور ہو جائیں گی۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ ایک مسئلہ کے تحت بڑی قیمتی بات فرماتے ہیں:

"أَمَّا أَنْ نُقَعِّدَ قَاعِدًا وَنَقُولُ هَذَا هُوَ الْأَصْلُ ثُمَّ نَرُدُّ السُّنَّةَ لِأَجْلِ مُخَالَفَةِ تِلْكَ الْقَاعِدَةِ فَلَعَمْرُ اللَّهِ لَهَدْمُ أَلْفِ قَاعِدَةٍ لَمْ يُؤَصِّلْهَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَفْرَضُ عَلَيْنَا مِنْ رَدِّ حَدِيثٍ وَاحِد"[1]۔

رہا یہ کہ ہم کوئی قاعدہ بنائیں اور کہیں کہ یہی اصل ہے، پھر اس قاعدہ کی مخالفت کی وجہ سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رد کر دیں! اللہ کی قسم ایسے ہزار قواعد کو تہس نہس کرنا' جنہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم نہیں کیا ہے' ہمارے لئے ایک حدیث کو رد کرنے سے زیادہ ضروری اور فرض ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"أَيْ: عَنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، هو سبيله وَمِنْهَاجُهُ وَطَرِيقَتُهُ وَسُنَّتُهُ وَشَرِيعَتُهُ، فَتُوزَنُ الْأَقْوَالُ وَالْأَعْمَالُ بِأَقْوَالِهِ وَأَعْمَالِهِ، فَمَا وَافَقَ ذَلِكَ قُبِلَ، وَمَا خَالَفَهُ فَهُوَ مَرْدُود عَلَى قَائِلِهِ وَفَاعِلِه، كَائِنًا مَا كَانَ"[2]۔

حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یعنی آپ کا راستہ، منہج، طریقہ، آپ کی سنت اور شریعت، چنانچہ تمام اقوال وافعال کو آپ کے اقوال وافعال پر پرکھا جائے گا، جو موافق ہوگا قبول کیا جائے گا اور جو خلاف ہوگا اسے اس کے قائل وفاعل پر مار دیا جائے گا' خواہ کوئی بھی[3]۔

---

(۱) إعلام الموقعين عن رب العالمين (2/252)۔

(۲) تفسیر ابن کثیر ت سلامۃ (6/89)۔

(۳) مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: الدرر السنیۃ (15/340)، ومن أصول الفقہ علی منہج أہل الحدیث (ص:95،230)۔

چھٹی فصل:

داڑھی سے متعلق چند شبہات اور ان کا ازالہ

داڑھی سے متعلق بہت سے شبہات، اشکالات اور غلط فہمیاں بھی موجود ہیں جن کی وجہ سے لوگ داڑھیاں نہیں رکھتے بلکہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح مخالفت کرتے ہوئے مختلف انداز سے اسے چھیلتے، کاٹتے کترتے اور عجیب وغریب قسم کی شکلیں اور صورتیں بنائے دکھائی دیتے ہیں، ان شبہات میں کچھ علمی ہیں، کچھ عوامی ہیں، کچھ عقلانی ہیں، کچھ شیطانی اور شازشی ہیں اور کچھ مغربیت زدہ فرنگی! ملاحظہ فرمائیں۔

چند شبہات مع ازالہ حسب ذیل ہیں:

شبهه ①: داڑھی رکھنا سنت ہے، فرض و واجب نہیں، کیونکہ داڑھی کا حکم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے، اللہ نے نہیں۔ جو قرآن میں ہے وہ فرض ہے اور جو حدیث میں ہے وہ سنت۔

ازاله:

اولاً: فرض، سنت، حرام، حلال، جائز مباح وغیرہ شرعی اصطلاحات ہیں جو احکام شریعت کی مختلف حیثیتوں پر دلالت کرتے ہیں، اور یہ چیزیں شرعی نصوص سے ثابت ہوتی ہیں، خواہ وہ نصوص قرآن کے ہوں یا سنت کے، تمام تر احکام قرآن سے بھی ثابت ہو سکتے ہیں اور سنت سے بھی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع کا حکم دیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَ﴾ [النساء:80]۔

اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو اطاعت کرے اسی نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَٰتِلُواْ ٱلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَلَا بِٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ﴾ [التوبة:29]۔

ان لوگوں سے لڑو، جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے' اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے۔

معلوم ہوا کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریعی حیثیت مستقل ہے، جیسے اللہ تعالیٰ حرام ٹھہراتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حرام ٹھہراتے ہیں۔اسی طرح فرض اور دیگر احکامات بھی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''يُوشِكُ الرَّجُلُ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ، يُحَدَّثُ بِحَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِي، فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَلَالٍ اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ، أَلَّا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ''[1]۔

قریب ہے کہ کوئی آدمی اپنے تخت پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو' اور میری حدیث بیان کی جائے' تو وہ کہے: ہمارے درمیان اللہ عزوجل کی کتاب ہے، ہمیں اس میں جو حلال ملے گا، ہم حلال سمجھیں گے اور جو حرام ملے گا حرام قرار دیں گے! سن لو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام ٹھہرایا ہے وہ اللہ کے حرام کردہ ہی کے مثل ہے۔

---

(۱) سنن ابن ماجہ (1/ 6، حدیث 13)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ (2/ 1204، حدیث 7172)، و(2/ 1360، حدیث 8186)۔

یہی نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی ایسے مسائل بھی ثابت ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم خاموش ہے[1]۔

مسئلہ کے تعلق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اہم حدیث ملاحظہ فرمائیں:

''أ يحسب أحدكم متكئا على أريكته قد يظن أن الله لم يحرم شيئا إلا ما في هذا القران؟ ! ألا وإني والله قد أمرت ووعظت ونهيت عن أشياء إنها لمثل هذا القران أو أكثر''[2]۔

کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے تخت پر براجمان ہوکر یہ گمان کر بیٹھا ہے کہ اللہ نے صرف اتنا ہی حرام فرمایا ہے جو اس قرآن میں ہے؟ سن لو اللہ کی قسم! میں نے حکم دیا ہے (یعنی فرض و واجب کیا ہے)، نصیحت کی ہے، اور کچھ چیزوں سے منع بھی فرمایا ہے' جو اس قرآن کے مثل یا اس سے بھی زیادہ ہیں!!

یہ حدیث نہایت صریح ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے صرف وہی حلال یا حرام یا فرض اور واجب نہیں ہے! بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں بھی فرض واجب اور حلام وحرام ہے!

اب رہا یہ مسئلہ کہ قرآن یا سنت کے کسی نص سے فرض کیسے ثابت ہوتا ہے؟ تو اس بارے میں مختصر یہ کہ جس کسی مسئلہ میں قرائن سے خالی ''امر'' کا صیغہ وارد ہوتا ہے، فرض و واجب پر دلالت کرتا ہے، جب تک اسے اس سے پھیرنے والی کوئی چیز نہ ہو۔ اور اسی قبیل سے داڑھی کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ اوامر ہیں، جن سے صریح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی رکھنا فرض ہے۔

ثانیاً: داڑھی کا ذکر صرف احادیث میں نہیں' بلکہ قرآن کریم میں بھی موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے واقعہ میں موجود ہے، ارشاد باری ہے:

---

(۱) دیکھئے: ماہنامہ التبیان، جنوری 2011ء ص 119۔131)۔

(۲) دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (2/541، حدیث 882)۔

﴿قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِيٓ﴾ [طہ:94]۔

ہارون (علیہ السلام) نے کہا اے میرے ماں جائے بھائی! میری داڑھی نہ پکڑ اور سر کے بال نہ کھینچ۔

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فَهِيَ دَلِيلٌ قُرْآنِيٌّ عَلَى إِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ وَعَدَمِ حَلْقِهَا''[۱]۔

یہ آیت کریمہ داڑھی بڑھانے اور اسے حلق نہ کرنے کی قرآنی دلیل ہے۔

شبہہ②: داڑھی بڑھانے کے حکم کی جو حکمت اور مصلحت تھی اب باقی نہ رہی؛ کیونکہ اس کا مقصد اعداء اسلام کفار و مشرکین، اہل کتاب اور مجوسیوں کی مخالفت تھی، اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اعداء اسلام بھی داڑھیاں رکھنے اور بڑھانے لگے ہیں! لہٰذا اب مذکورہ مصلحت داڑھی بڑھانے میں نہیں بلکہ شیو کرنے یا کاٹنے میں ہے!!

ازالہ:

۱۔ اولاً یہ بات درست نہیں کہ تمام اعداء اسلام داڑھیاں بڑھاتے ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی اکثریت آج بھی داڑھیاں شیو کرتی ہے، ایک نہایت معمولی تعداد ہے جو داڑھیاں بڑھاتی ہے۔

۲۔ روزنامہ ''السیاسۃ'' کے ایک کاتب کے اسی شبہہ پر رد کرتے ہوئے علامہ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''داڑھی کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا حکم معلوم ہے، اور اس کی تنفیذ تا قیامت ویسے ہی واجب ہے، اگر اعداء اسلام کسی مسئلہ میں ہمارے موافق ہو جائیں مثلاً داڑھی رکھنا' تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اسلامی شریعت کی مخالفت کرنے لگیں!

(۱) أضواء البیان (4/92)۔ نیز دیکھئے: کتاب کا (ص29)۔

یہ تو ایسے ہی ہوا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو اُن کی مخالفت میں ہم کافر و مشرک ہو جائیں، نعوذ باللہ من ذلک[1]۔

۳۔ داڑھی کا مقصد صرف ان کی مخالفت نہیں ہے، بلکہ یہ فطرت کا حصہ ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، جیسا کہ صحیح احادیث میں ثابت ہے، لہٰذا یہ ایک فطری امر ہے جس پر مرد کے حقیقی جمال کا دارومدار ہے۔

۴۔ اگر کوئی حکم شرعی کسی خاص سبب اور مقصد کے پیش نظر آئے جس کی حیثیت فطرت یا اسلامی شعار کی ہو تو اس کے زائل ہونے کے بعد بھی اس کا حکم باقی رہتا ہے، مثلاً طواف قدوم میں رمل کرنا، اس کا مقصد مشرکین کے سامنے اپنی قوت و طاقت کا مظاہرہ کرنا تھا، اب یہ سبب تو زائل ہو گیا لیکن حکم باقی رہا، حتی کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمل کیا اور قیامت تک آپ کی امت کرتی رہے گی۔

لہٰذا ایک مسلمان کو چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر سمعنا وأطعنا کہے، اور اس قسم کے حیلوں بہانوں سے بچے[2]۔

شبهه ③ : اسلام داڑھی میں نہیں ہے! اسلام دل میں ہے، شکل وصورت میں نہیں، اور اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے، ظاہری شکل وصورت کو نہیں، اسلام شکلی مظاہر کا اہتمام نہیں کرتا!

ازاله:

۱۔ بلاشبہہ داڑھی رکھ لینا ہی مکمل اسلام نہیں ہے، بلکہ داڑھی اسلام کا ایک جزء اور اس کے فرائض میں سے ایک فرض ہے۔

۲۔ اسلام دل میں ہے! اسلام کا صرف دل میں رہنا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں، بلکہ

---

(۱) مجموع فتاویٰ ابن باز رحمہ اللہ، (2/348، بتصرف)۔

(۲) مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (11/129)۔

مسلمان ہونے کے لئے اسلام کا دل، زبان، اعضاء و جوارح، شکل وصورت، وضع قطع، حلیہ، لباس اور رہن سہن سب میں ہونا ضروری ہے، البتہ اگر اسلام واقعی دل میں ہو تو اس کے اثرات زبان، جسم کے ظاہری اعضاء و جوارح پر جھلکتے اور تمام تر تصرفات میں سرایت کر جاتے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''لَا يَسْتَقِيمُ إِيمَانُ عَبْدٍ حَتَّى يَسْتَقِيمَ قَلْبُهُ، وَلَا يَسْتَقِيمُ قَلْبُهُ حَتَّى يَسْتَقِيمَ لِسَانُهُ، وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ''[۱]۔

بندے کا ایمان درست نہیں ہو سکتا یہاں تک اس کا دل درست ہو جائے، اور دل درست نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی زبان درست ہو جائے، اور وہ آدمی جنت میں نہیں جا سکتا جس کی اذیتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

نیز ارشاد نبوی ہے:

''أَلاَ وَإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً: إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، أَلاَ وَهِيَ القَلْبُ''[۲]۔

سن لو! جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو گا تو پورا جسم درست ہو گا، اور جب وہ فاسد ہو گا تو پورا جسم فاسد ہو گا، سن لو! وہ ٹکڑا دل ہے۔

۳۔ اللہ دلوں کو دیکھتا ہے، ظاہری شکل وصورت کو نہیں!

---

(۱) مسند أحمد طبعہ الرسالۃ (20/343، حدیث 13048) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح الترغیب والترہیب میں حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب (2/343، حدیث 2554) نیز دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (6/822، حدیث 2841)۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ (1/20، حدیث 52)، وصحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب أخذ الحلال وترک الشبہات (3/1219، حدیث 1599)۔

یہ غالباً اس حدیث کے پیش نظر کہی جاتی ہے، جس میں ہے کہ اللہ شکل نہیں دل دیکھتا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ''إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ''(۱)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا ہے، بلکہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ حدیث رسول میں ''دلوں'' کے ساتھ ''اعمال'' کا بھی ذکر ہے! معلوم ہوا کہ اللہ صرف دلوں ہی کو نہیں دیکھتا بلکہ ''اعمال'' کو بھی دیکھتا ہے، جو دلوں میں اللہ پر ایمان وتقویٰ، اتباع سنت اور عمل صالح کے جذبہ کا حقیقی عکس ہوا کرتا ہے۔

اور اسوۂ رسول کے مطابق داڑھی رکھنا ایک مسلمان کا عمل ہے، جسے اللہ تعالیٰ یقیناً دیکھ رہا ہے، نیز دین اسلام میں شکلی مظاہر کا بخوبی اہتمام کرتا ہے، اس سلسلہ میں کتاب وسنت کے نصوص بکثرت موجود ہیں (۲)۔

شبهه ④: داڑھی رکھنا یا نہ رکھنا ایک دنیوی امر ہے، دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اور دنیوی امور میں مسلمان خود مختار ہے، اپنے شہر وعلاقہ میں عرف وعادت کے مطابق جو مناسب ہو کر سکتا ہے!!

ازاله:

۱۔ سبحان اللہ! یہ تو دین سے سراسر جہالت اور لاعلمی کا نتیجہ ہے، ورنہ ایک مسلمان جسے اپنے دین سے معمولی لگاؤ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وشمائل کا ادنی بھی علم ہو وہ ایسی نادانی اور نری

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم (4/ 1987، حدیث 2564)۔

(۲) دیکھئے: تمام المنة فی التعلیق علی فقه السنة (ص:81)۔

جہالت کی بات نہیں کرسکتا۔

دین سے ایک معمولی دلچسپی رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے **مختلف الفاظ میں** داڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے، اور خود آپ کے چہرۂ مبارک پر گھنی داڑھی سجی ہوئی تھی۔

۲۔ داڑھی دینی فریضہ ہے، اور اس فرضیت کی مزید تاکید وتائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اہل علم نے داڑھی پر زیادتی کرنے والے پر، بایں صورت کہ داڑھی پوری طرح زائل ہوجائے اور نہ آگے تو، دیت کا حکم مرتب فرمایا ہے، نیز بعض سلف سے منقول ہے کہ وہ داڑھی مونڈنے والے کی گواہی قبول نہ فرماتے تھے[۱]۔

شبہہ ⑤: داڑھی دین کے اصول یعنی اساسی امور میں سے نہیں ہے، بلکہ محض برگ وباراور چھلکا ہے، اس کے رکھنے یا نہ رکھنے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا!!

ازالہ:

دین اسلام میں ''لب وقشور'' یعنی مغز اور چھلکے کی کوئی تقسیم نہیں ہے، یہ تقسیم جھوٹ اور باطل ہے، بلکہ دین اسلام پورا کا پورا مغز ہے، مفید ہے، نفع بخش ہے، اللہ کی نعمت ہے، باعث اجر وثواب ہے، دخول جنت اور جہنم سے نجات کا ضامن ہے۔

لہٰذا دین اسلام کے احکام میں مغز و چھال کی تقسیم دراصل مفید وغیر مفید، خیر وشر اور اچھے اور برے کی تقسیم ہے! جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا پسندیدہ دین اس سے منزہ اور پاک ہے۔

اللہ کا دین سراپا خیر اور باعث خیر ہے۔ داڑھی حکم الٰہی اور حکم رسول ﷺ ہے۔ داڑھی رکھنا

---

(۱) فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (5/153)، وبدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (7/312)، والمجموع شرح المہذب (19/128)، ومختصر الخرقی (ص: 128)، والہدایۃ علی مذہب الامام أحمد (ص: 519)، والکافی فی فقہ الامام أحمد (4/37)، والمغنی لابن قدامۃ (8/443)، والشرح الممتع علی زاد المستقنع (14/153)، نیز دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ (35/232)۔

اللہ کی قربت وعبادت ہے۔

داڑھی کو چھال اور چھلکا کہنا دراصل دین اسلام، نبی رحمت اور سلف امت اور داڑھی رکھنے والوں کا مذاق اور ان کی توہین ہے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ أَبِاللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا۟ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ﴾ [التوبۃ:65،66]۔

کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں؟ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے ہو۔

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أن إعفاء اللحية من الفطرة التي فطر الناس عليها، فإعفاؤها من العبادة، وليس من العادة، وليس من القشور كما يزعمه من يزعمه''[1]۔

داڑھی بڑھانا اللہ کی فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، لہٰذا داڑھی رکھنا عبادت ہے، عادت نہیں، اور نہ ہی چھلکا ہے جیسا کہ کچھ لوگوں کا گمان ہے۔

شبہہ ⑥: داڑھی عربوں کی علامت اور نشانی ہے، اس کا اسلامی شریعت سے کوئی تعلق نہیں!

ازالہ:

داڑھی عربیت کا رمز نہیں، بلکہ فطرت، انبیاء علیہم السلام کی سنت، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا امتیازی وصف ہے۔ کتاب وسنت کے نصوص سے یہ بات نہایت واضح اور عیاں ہے کہ شریعتوں کے اختلاف کے باوجود انبیا ورسل علیہم السلام داڑھیاں رکھتے تھے، چنانچہ قرآن کی آیت میں

---

(۱) مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (3/ 125)، نیز دیکھئے: فتاوی أرکان الاسلام، لابن عثیمین (ص: 200)، ومجموع فتاوی ابن باز (6/ 323) نیز دیکھئے: حکم الدین فی اللحیۃ والتدخین علی بن عبدالحمید الحلبی (ص13)۔

ہارون علیہ السلام اور دیگر روایات میں نوح، ابراہیم، اسحاق، یعقوب، موسیٰ اور عیسی علیہم الصلاۃ والتسلیم کی داڑھیوں کا وصف موجود ہے۔

اسی طرح زمانہ جاہلیت میں عرب بھی داڑھیاں رکھا کرتے تھے، جو انہیں ابراہیم علیہ السلام سے ملا تھا۔ نیز اہل کتاب بھی زمانۂ جاہلیت میں داڑھیاں رکھتے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں صرف ایک قوم مجوسیوں کی تھی جو داڑھیاں حلق کیا کرتی تھی، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو ان کی مخالفت کا حکم دیا اور مشابہت سے منع فرمایا۔

لہٰذا داڑھی کو عربوں کے ساتھ خاص کرنا سراسر جہالت، حماقت اور نادانی ہے۔

داڑھی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، امت کے صلحاء کی مومنانہ صفت ہے اور داڑھی کا چھیلنا کاٹنا کترنا وغیرہ دشمنانِ اسلام کفار ومشرکین یہود ونصاریٰ اور مجوسیوں اور ان کی مشابہت اختیار کرنے والے مسلمانوں کا طریقہ ہے!! (۱)

شبهه ⑦: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی آمد کے بعد داڑھی نہیں بڑھائی!

ازاله:

یہ سراسر جھوٹ اور باطل ہے، اس کی تردید کے لئے دوسری فصل کی تفصیلات کافی ہیں (۲)۔

شبهه ⑧: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھنی داڑھی ناپسند تھی، اور آپ اس سے بڑی الجھن اور تنگی محسوس کیا کرتے تھے۔ نیز آپ نے فرمایا: ''حفوا الشوارب وأكرموا اللحى'' (مونچھیں مونڈ دو اور داڑھیوں کو سنوارو اور ان کی تکریم کرو)۔

اور سنوارنے کا مطلب ہے، کاٹ چھانٹ کر مرتب ومہذب کرو!!

---

(۱) دیکھئے: الرد علی من اجاز تہذیب اللحیۃ، از حمود تویجری، ص 7-9)۔

(۲) دیکھئے: زیر نظر رسالہ کا (43-50)۔

ازالہ:

ا۔ اولاً اگر آپ کو گھنی داڑھی ناپسند ہوتی تو آپ نہایت بھاری بھر کم اور گھنی نہ رکھتے، نہ امت کے لئے مشروع فرماتے، جبکہ نصوص کتاب وسنت اس کے خلاف ہیں (۱)۔

بلکہ اس کے برعکس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر داڑھی والوں کو دیکھ کر نہایت الجھن، تنگی اور گھن محسوس کرتے تھے، چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: جَاءَ مَجُوسِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَعْفَى شَارِبَهُ وَأَحْفَى لِحْيَتَهُ فَقَالَ: مَنْ أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ: رَبِّي، قَالَ: لَكِنَّ رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أُحْفِيَ شَارِبِي وَأُعْفِيَ لِحْيَتِي"(۲)۔

عبید اللہ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مجوسی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا جس نے اپنی مونچھ خوب بڑھا رکھا تھا جبکہ داڑھی کو پوری طرح شیو کر رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا: تجھے ایسا کرنے کا حکم کس نے دیا ہے؟ اس نے کہا: میرے رب (یعنی کسریٰ) نے! آپ نے فرمایا: لیکن میرے رب نے مجھے اپنی مونچھ کاٹنے اور داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے۔

۲۔ رہا مسئلہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داڑھی کے سلسلہ میں "أکرموا اللحی" کا حکم دیکر اسے

---

(۱) دیکھئے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی داڑھی کا وصف، رسالہ کا ص (43-50)۔

(۲) دیکھئے: تاریخ الرسل والملوک للطبری (2 / 656)، والبدایۃ والنہایۃ لابن کثیر (6 / 486)، والمنتظم فی تاریخ الملوک والامم لابن الجوزی (3 / 283)، والطبقات الکبری لابن سعد (1 / 449)، وتفسیر القرطبی (3 / 124)، وأمالی ابن بشران (1 / 73، حدیث 128)، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے فقہ السیرۃ للغزالی کے حاشیہ (ص 275) میں حسن قرار دیا ہے۔

نوٹ: رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ موقف دراصل "خالفوا المجوس" (مجوسیوں کی مخالفت کرو) کی قولی وعملی تطبیق کی زندہ مثال ہے۔ آپ نے مخالفت کا حکم دیا، اور اس موقف پر قولی وعملی دونوں طرح ثبوت دیا۔ فاللھم صل وسلم علیہ۔

کاٹنے اور مرتب کرنے کا حکم دیا ہے، تو یہ دونوں باتیں سراسر جھوٹ اور باطل ہیں:

اول: یہ کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹا الزام ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے داڑھی کے سلسلہ میں پانچ تاکیدی الفاظ ثابت ہیں [1]، جن میں سے یہ لفظ نہیں ہے۔ یہ لفظ کافی تلاش کے باوجود کہیں نہیں مل سکا۔

دوم: یہ کہ اگر بالفرض یہ لفظ ثابت بھی ہو تو اس کا معنیٰ وہی ہوگا جو ثابت شدہ پانچ الفاظ کا ہے۔ کیونکہ داڑھی کی تکریم کا معنیٰ اسے کاٹنا کترنا ہو زبان عرب سے اس کی تائید نہیں ہوتی!

شبهه ⑨: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسین اور پرکشش چہروں اور تہذیب شدہ داڑھیوں سے راحت ملتی تھی اور آپ بگڑی اور ڈراؤنی صورتوں سے گھبراتے تھے۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ اصحاب کہف جن کی داڑھی اور سر کے بال اور ناخن اس قدر بڑھ گئے تھے اور شکلیں اتنی ہیبت ناک اور ڈراؤنی ہو گئی تھیں کہ اللہ نے اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿لَوِ ٱطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾﴾

[الکہف:18]۔

اگر آپ جھانک کر انہیں دیکھنا چاہتے تو ضرور الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور ان کے رعب سے آپ پر دہشت چھا جاتی۔

چنانچہ آپ جب بھی کسی گھنی داڑھی والے شخص کو دیکھتے تھے، آپ کو اہل کہف کی شکلیں یاد آجاتی تھیں اور پھر آپ صبر نہ کر پاتے تھے۔ نعوذ باللہ

ازاله:

اولاً: بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس شبہہ کی پہلی شق کی بنیاد چند ضعیف وموضوع اور باطل وبے اصل روایات ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

---

(۱) دیکھئے: زیر نظر رسالہ کا (ص 31-42)۔

۱۔ ''اطلبوا الخير عند حسان الوجوه''۔

خوبروؤں کے پاس بھلائی تلاش کرو۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف جداً اور موضوع قرار دیا ہے[۱]۔

۲۔ ''اطلبوا الحوائج عند حسان الوجوه، فإن قضاها قضاها بوجه طلق، وإن ردها ردها بوجه طلق''۔

خوبروؤں سے حاجت براری کرو، کیونکہ اگر پورا کرے گا تو خندہ پیشانی سے کرے گا اور لوٹائے گا تو خندہ پیشانی سے لوٹائے گا۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے[۲]۔

۳۔ ''إن الله تعالى لا يعذب حسان الوجوه سود الحدق''۔

یقیناً اللہ تعالیٰ سیاہ پتلی والے خوبروؤں کو عذاب نہیں دیتا۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے[۳]۔

۴۔ ''ابتغوا الخير عند حسان الوجوه''۔

خوبروؤں کے پاس بھلائی تلاش کرو۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع اور جھوٹ قرار دیا ہے[۴]۔

۵۔ ''إِذَا ابْتَغَيْتُمُ الْمَعْرُوفَ؛ فَابْتَغُوهُ فِي حِسَانِ الْوُجُوهِ''۔

---

(۱) دیکھئے: سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة (6/ 312/ 2797)، و (6/ 376/ 2855)، وضعیف الجامع (903،904)۔

(۲) دیکھئے: سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة (6/ 311/ 2796)۔

(۳) دیکھئے: سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة (1/ 255/ 130)۔

(۴) دیکھئے: سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة (4/ 87/ 1585)، وضعیف الجامع (31)۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے (۱)۔

اگر تمہیں بھلائی کی خواہش ہو تو خوبروؤں میں تلاش کرو۔

۶۔ ''عَلَيْكُمْ بِالْوُجُوهِ الْمِلاحِ وَالْحَدَقِ السُّودِ فَإِنَّ اللَّهَ يَسْتَحِي أَنْ يُعَذِّبَ وجها مَلِيحًا بِالنَّارِ''۔

سیاہ پتلی والے خوبروؤں کو لازم پکڑو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی خوبرو کو جہنم کا عذاب دینے سے شرماتا ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے (۲)۔

۷۔ ''النَّظَرُ إِلَى الْوَجْهِ الْجَمِيلِ عبادة'' (۳)۔

خوبصورت مکھڑے کو دینا عبادت ہے۔

اور ظاہر ہے کہ کتاب وسنت کے نصوص کی روشنی میں یہ چیز باطل ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے سراسر خلاف بلکہ آپ پر افترا پردازی اور جھوٹ ہے۔اس کے برعکس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر داڑھی والوں سے نفرت کرتے تھے جیسا کہ آٹھویں شبہہ کے ازالہ کے تحت قصہ گذر چکا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (14 / 1071 / 6971)، وضعیف الجامع (273)۔

(۲) دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (1 / 256 / 131)۔

(۳) دیکھئے: المنار المنیف فی الصحیح والضعیف (ص:62 / فقرہ 99)۔اور اس قسم کی ضعیف وموضوع روایات بکثرت ہیں، اس سلسلہ میں علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کا عظیم الشان قاعدہ کلیہ ملاحظہ فرمائیں:

''كُلُّ حَدِيثٍ فِيهِ ذِكْرِ حِسَانِ الْوُجُوهِ أَوِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ أَوِ الأَمْرِ بِالنَّظَرِ إِلَيْهِمْ أَوِ الْتِمَاسِ الْحَوَائِجِ مِنْهُمْ أَوْ أَنَّ النَّارَ لا تَمَسَّهُمْ فَكِذْبٌ مُخْتَلَقٌ وَإِفْكٌ مُفْتَرَى''۔

ہر حدیث جس میں خوبروؤں کا ذکر ہے، یا ان کی تعریف ہے، یا انہیں دیکھنے یا ان سے حاجت براری کا حکم ہے، یا یہ ہے کہ انہیں جہنم کی آگ نہ چھوئے گی، وہ موضوع، من گھڑت اور صریح جھوٹ ہے۔

[المنار المنیف فی الصحیح والضعیف (ص:63 / فقرہ 104)۔نیز دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (6 / 385)]۔

۲۔ سورۂ کہف کی مذکورہ آیت کریمہ کے سلسلہ میں جو بات کہی گئی وہ صریح جھوٹ ہے، تفاسیر اور احادیث کی کتابوں میں کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں ملتا کہ ان کے ناخون اس قدر بڑھ گئے تھے کہ زمین پر لٹک رہے تھے اور داڑھیاں اتنی بڑھ گئی تھیں کہ پورا چہرہ ڈھنک گیا تھا، چنانچہ ان کی شکلیں نہایت ہیبت ناک ہوگئی تھیں، اور نہ ہی اس بات کا کوئی ذکر ملتا ہے کہ جب ان میں سے ایک شخص کھانا لانے کے لئے گیا تھا تو شہر کے لوگ جس طرح اُس کے سکے کو دیکھ کر تعجب میں پڑ گئے تھے اس کی شکل وصورت بھی دیکھ کر گھبرا گئے تھے!!

۳۔قرآن کریم کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت کریمہ کا تعلق نیند کی حالت سے ہے نہ کہ بیداری سے، بیدار کئے جانے کا ذکر اس کے بعد والی آیت میں ہے ملاحظہ فرمائیں:

﴿ وَتَحۡسَبُهُمۡ أَيۡقَاظٗا وَهُمۡ رُقُودٞۚ وَنُقَلِّبُهُمۡ ذَاتَ ٱلۡيَمِينِ وَذَاتَ ٱلشِّمَالِۖ وَكَلۡبُهُم بَٰسِطٞ ذِرَاعَيۡهِ بِٱلۡوَصِيدِۚ لَوِ ٱطَّلَعۡتَ عَلَيۡهِمۡ لَوَلَّيۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارٗا وَلَمُلِئۡتَ مِنۡهُمۡ رُعۡبٗا ﴿١٨﴾ ﴾ [الکهف:18]۔

آپ خیال کرتے کہ وہ بیدار ہیں، حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے، خود ہم ہی انہیں دائیں بائیں کروٹیں دلایا کرتے تھے، ان کا کتا بھی چوکھٹ پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔ اگر آپ جھانک کر انہیں دیکھنا چاہتے تو ضرور الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور ان کے رعب سے آپ پر دہشت چھا جاتی [۱]۔

۴۔ داڑھی رکھنے سے صورت بگڑتی نہیں ہے' بلکہ ایک مرد کا حقیقی جمال اس کی داڑھی ہے، روئے زمین پر حسین ترین شخصیت نبی کریم ﷺ کی تھی' جبکہ اللہ نے آپ کو گھنی داڑھی سے نوازا تھا، جیسا کہ دلائل کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۱) دیکھئے: الرد علی من أجاز تهذيب اللحية لحمود تویجری، ص 11-32)۔

شبھہ ⑩: اشیاء میں اصل اباحت ہے، داڑھی بھی اسی قبیل سے ہے اس کا رکھنا اور کاٹنا دونوں مباح ہے۔

ازالہ:

۱۔ یہ اصولی قاعدہ صحیح ہے لیکن اس مسئلہ میں اس کی تطبیق بے جا اور غلط ہے۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قولی وفعلی احادیث کی روشنی میں داڑھی کا وجوب ثابت ہوجانے کے بعد اس کے مقابلہ میں بے محل قاعدہ پیش کرنا جہالت اور نادانی ہے۔

۳۔ ''اشیاء'' اور ''افعال'' دونوں الگ الگ چیزیں ہیں اور دونوں کے احکام الگ ہیں۔ اشیاء سے مراد کھانے پینے، پہننے اور استعمال کی جانے والی چیزیں ہیں، ان میں اصل اباحت ہے سوائے ممنوعات ومحرمات کے۔ جبکہ افعال میں اصل توقیف ہے، شرعی دلائل کے بغیر کسی قسم کا فعل اور تصرف جائز نہیں۔ اور داڑھی کا مسئلہ افعال سے متعلق ہونے کے سبب توقیفی ہے، یہ کوئی استعمال کی چیز نہیں ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں اس قاعدہ کی تطبیق بے محل ہے۔

شبھہ ⑪: داڑھی کے ان بالوں میں کوئی فائدہ نہیں اس کے رکھنے یا نہ رکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا!!

ازالہ: داڑھی سراپا فطرت، مرد وعورت کے درمیان امتیازی ظاہری فرق اور مرد کی زینت اور جمال ہے، کتاب وسنت کے نصوص سے اس کی شرعی حیثیت مسلم ہے۔ البتہ اگر فطرت ہی سلامت نہ رہے، یا مردانگی اور شہامت کی جگہ نسوانیت اور خنوثت لے لے، اور کتاب وسنت اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ربط و وابستگی نہ ہو تو داڑھی میں کوئی فائدہ نظر نہیں آسکتا! شاید اسی لئے کسی غیر سلیم الفطرت نے داڑھی کی توہین اور استہزاء کرتے ہوئے کہا تھا: **''لو كان في اللحية خير ما نبتت في الفَرْج''**[1]۔

---

(۱) دیکھئے: الاستہزاء بالدین وأہلہ ،محمد بن سعید بن سالم القحطانی (ص32)۔

اگر داڑھی میں کوئی بھلائی ہوتی تو شرمگاہ میں نہ اگتی!

سبحان اللہ! جب فطرت الٹ جاتی ہے تو داڑھی اور شرمگاہ کے بال یکساں نظر آتے ہیں!

شبہہ ⑫: داڑھی میں وہشت ہے، اس سے چھوٹے بچے ڈرتے اور گھبراتے ہیں!

ازالہ: داڑھی وہشت نہیں بلکہ فطرت ہے، مردانگی، رجولت اور شہامت کی علامت ہے، طفولت، نسوانیت اور ہیجڑے پن سے امتیاز ہے۔ اور بچے داڑھی یا داڑھی والوں سے گھبراتے نہیں بلکہ اسے پکڑتے اور اس سے کھیلتے ہیں [1]۔

البتہ جب مرد حضرات داڑھیاں مونڈ کر اپنی مردانگی اور رجولت مسخ کر رہے ہوں یا کر چکے ہوں، صنف نازک اور زنخوں جیسی شکلیں بنائے رکھتے ہوں، رخساروں پر شیونگ کے آلات اور نسوانی کریموں کا استعمال کرتے ہوں، اور بچے انہی شکلوں کے عادی اور مانوس ہوجائیں تو بدیہی بات ہے کہ داڑھی والوں سے اجنبیت اور وہشت محسوس کریں گے اور ان سے گھبرائیں گے!!

شبہہ ⑬: داڑھی خبر واحد سے ثابت ہے، اور اخبار آحاد قطعی الدلالت نہیں ہوتے، لہٰذا اس سے داڑھی کا وجوب اور حلق وقطع کی حرمت ثابت نہیں سکتی۔

ازالہ: یہ بات مرجوح اور نا قابل اعتبار ہے، صحیح اور محقق بات یہ ہے کہ خبر واحد کی سند صحیح ہو تو وہ اعمال وعقائد سب میں حجت ہے، جیسا کہ جمہور علماء محققین کا فیصلہ ہے [2]۔

---

(۱) چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی سیرت میں وارد ہے کہ انہوں نے کھیلتے ہوئے فرعون کی داڑھی پکڑ لی اور کھینچا۔ ابن جریر طبری فرماتے ہیں:

''فَتَنَاوَلَ مُوسَى لِحْيَةَ فِرْعَوْنَ حَتَّى مَدَّهَا''۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑی اور اسے کھینچا۔

[دیکھئے: تاریخ الطبری (1/395)، والبدایۃ والنہایۃ لابن کثیر (2/185)]۔

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: رسالہ حکم اعفاء اللحیۃ وخبر الآحاد، از علامہ ابن باز رحمہ اللہ، نیز خبر واحد کی حجیت اور قطعیت سے متعلق دیگر کتب ورسائل بھی ملاحظہ فرمائیں۔

شبهه ⑭ : داڑھی والے داڑھیاں رکھ کر دھوکہ دیتے ہیں اور بڑے بڑے جرائم اور گناہ کرتے ہیں!!

ازاله:

اولاً: داڑھی نہ رکھنا اسے شیو کرنا، کاٹنا کترنا خود ایک جرم اور رسول اللہ کی معصیت اور نافرمانی ہے، جبکہ داڑھی رکھنے والا اس سے بہتر اور اولیٰ ہے۔

ثانیاً: دھوکہ دینا اور جرائم کا ارتکاب کرنا صرف داڑھی والوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ جرائم کا ارتکاب بشریت کی کمزوری کے سبب داڑھی والے اور بغیر داڑھی والے سبھی کرتے ہیں۔ لہٰذا کسی داڑھی والے شخص کا دھوکہ دینا اور گناہ و جرائم کرنا ہمارے لئے داڑھی مونڈنے یا کاٹنے کے جواز کی دلیل نہیں ہے۔

ثالثاً: دونوں باتیں اسلامی احکام کا حصہ ہیں، داڑھی رکھنا واجب ہے اور دھوکہ دینا اور جرائم کرنا حرام ہے۔ اب اگر ایک شخص دونوں باتوں پر عمل کرتا ہے تو وہ سب سے افضل ہے۔ اور ایک شخص دونوں پر عمل نہیں کرتا، داڑھی بھی مونڈتا ہے اور جرائم بھی کرتا ہے، تو وہ سب سے برا ہے۔ اور ایک شخص داڑھی رکھتا ہے لیکن دوسرا جرم کرتا ہے، تو وہ اس سے بہتر ہے جو داڑھی نہ رکھ کر جرائم کرتا ہے، کیونکہ وہ دیگر جرائم کے ساتھ داڑھی نہ رکھنے کا بھی جرم کر رہا ہے (۱)۔

شبهه ⑮ : داڑھی حماقت اور بے وقوفی کی نشانی ہے!!

ازاله:

۱۔ یہ جھوٹ اور باطل ہے، البتہ اصل حماقت یہ ہے کہ ایک مسلمان کتاب وسنت کے صریح نصوص کے باوجود داڑھی نہ رکھے، اسے شیو کرے یا کاٹ چھانٹ کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلف صالحین کی صورت اپنانے کے بجائے دشمنان اسلام کی شکلیں بنائے۔ بلکہ داڑھی مردانگی،

(۱) دیکھئے: آراء العلماء فی حلق وتقصیر اللحیۃ، محی الدین عبدالحمید، (ص 137)۔

شہامت، عقلمندی، پختگی اور ہیبت ووقار کی علامت ہے۔

۲۔ اس شبہہ کے پیچھے بعض موضوع اور جھوٹی روایات ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں، جیسے:

ا۔ **''من سعادة المرء خفة لحيته''**(۱)۔

ہلکی داڑھی مرد کی سعادت کا حصہ ہے۔

اسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے موضوع قرار دیا ہے۔

۲۔ **''اعتبروا عقل الرجل فی طول لحيته ونقش خاتمه وكنوته ''**(۲)۔

آدمی کی عقل کا اندازہ اس کی داڑھی کی لمبائی، انگشتری کے نقش اور اس کی کنیت سے لگاؤ۔

اسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے موضوع قرار دیا ہے۔

۳۔ یہ واقع اور شاہد العیان کے بھی خلاف ہے، بھلا بتاؤ کہ کیا انبیاء و رسل علیہم السلام اور ہمارے رسول گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ عقلمند، دانا اور سعادتمند کون ہوسکتا ہے؟؟

---

(۱) دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (1/346/193)، وضعیف الجامع (5303)۔

(۲) دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (1/441/272)۔

ساتویں فصل:

داڑھی سے متعلق چند علماء کے مواقف کا جائزہ

داڑھی کے سلسلہ میں کتاب وسنت، آثار انبیاء، آثار صحابہ، علماء محققین کے اقوال وفرمودات اور دیگر تمام تر تفصیلات کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ داڑھی جس طرح اُگتی ہے اُسے اسی حالت پر چھوڑ دینا اور اپنی فطری کیفیت پر باقی رکھنا واجب ہے، نیز اسے شیو کرنا، کاٹنا، چھانٹنا، اسکی تہذیب وترتیب کرنا، خواہ قدرے مشت ہو یا اس سے کم' ناجائز ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بات بھی بداہۃً واضح ہوئی کہ اس کے برخلاف جو بھی آراء واقوال اور مواقف ونظریات ہیں وہ محل نظر ہیں، سلف صالحین بالخصوص ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات سے حج وعمرہ یا دیگر مواقع پر جو قدرے مشت یا اس سے کم کاٹنا ثابت ہے وہ ان کا اجتہادی عمل ہے' جس پر وہ اللہ ذوالکرم کی جانب سے ایک اجر کے مستحق ہیں؛ کیونکہ اس پر کتاب وسنت کی کوئی دلیل قائم نہیں ہے، اور سنت رسول کے واضح ہوجانے کے بعد کسی کے قول کی وجہ سے اسے چھوڑنا جائز نہیں [۱]۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ مَنِ اسْتَبَانَتْ لَهُ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ لَهُ أَنْ يَدَعَهَا لِقَوْلِ أَحَدٍ'' [۲]۔

---

(۱) دیکھئے: شرح الاربعین النوویۃ، ازعلامہ ابن عثیمین، (ص 314)۔

(۲) مدارج السالکین لابن القیم (2/319)، وإعلام الموقعین عن رب العالمین (1/6، و2/201)، ومختصر الصواعق المرسلۃ علی الجہمیۃ والمعطلۃ (ص:603)۔

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس کے سامنے سنت رسول ﷺ ظاہر ہو جائے اس کے لئے کسی کے قول کے سبب اسے چھوڑنا حلال نہیں۔

البتہ زیر نظر فصل میں اہمیت کے پیش نظر ''داڑھی'' کے سلسلہ میں عالم اسلام کی چند معروف اور با اثر شخصیات کے مواقف کا جائزہ لیا جاتا ہے، تاکہ ان کے مواقف ونظریات کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھا جاسکے۔ کیونکہ یہ شخصیتیں عالم اسلام میں اپنی ایک بلند شناخت رکھتی ہیں، نیز انہوں نے اپنی علمی وفکری تحریروں سے اسلامی دنیا پر ایک چھاپ، اثر اور عکس ثبت کیا ہے جس کی وجہ سے ان کے فکری اثرات عالم اسلام میں دور دور تک پائے جاتے ہیں، اور لوگ ان کے اقوال وفرمودات اور تحریروں کو حجت ودلیل بنا کر پیش کرتے ہیں۔

① بانئ جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی[1]:

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا عقیدہ ہے کہ داڑھی عبادت نہیں عادت ہے' سنت نہیں بدعت اور تحریف دین ہے۔ اور اس سلسلہ میں اُن کی بے شمار تحریریں ہیں، جو انہوں نے مختلف سوالوں کے جواب میں تحریر کی ہیں، اختصار کے پیش نظر چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

اقتباس ا:

مولانا فرماتے ہیں:

''اسماء الرجال اور سیرت کی کتابوں میں تلاش کرنے سے <u>مجھے بجز دو تین صحابیوں کے کسی کی داڑھی کی مقدار معلوم نہیں ہوسکی</u> ہے۔ صحابہ کے حالات پر صفحے کے صفحے لکھے گئے ہیں مگر ان کے متعلق یہ نہیں لکھا گیا کہ ان کی داڑھی کتنی تھی۔ <u>اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سلف میں یہ مقدار کا</u>

---

(۱) مولانا مودودی اور ان کی جماعت کے عقائد ونظریات کے لئے دیکھئے: جماعت اسلامی کو پہچانئے۔ مرتب حکیم اجمل خان، ناشر دار التوحید والسنۃ، لاہور۔

مسئلہ کتنا غیر اہم اور نا قابل توجہ تھا، حالاں کہ متاخرین میں جس شدت سے اس پر زور دیا جاتا ہے، اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید مومن کی سیرت و کردار میں پہلی چیز جس کی جستجو ہونی چاہیے وہ یہی ہے کہ اس کی داڑھی کا طول کتنا ہو''(۱)۔

جائزہ:

۱۔ الحمدللہ نبی کریم ﷺ، خلفائے راشدین، اور دیگر بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی داڑھیاں احادیث وسیرت میں ثابت ہیں، جیسا کہ چند کا ذکر گزر چکا ہے۔

۲۔ داڑھی کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے حکم کا خلاصہ یہ ہے کہ اسے اپنی فطری حالت پر چھوڑ دیا جائے، اسلئے مقدار کے سلسلہ میں الجھن کی کوئی حاجت نہیں رہتی، بس اسے چھوڑ دیا جائے، وہی اس کی مسنون مقدار ہے۔

۳۔ ''داڑھی کا مسئلہ غیر اہم اور نا قابل توجہ'' نہیں تھا، بلکہ اتنا قابل توجہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے پانچ مختلف تاکیدی الفاظ میں اسے چھوڑنے کا حکم دیا، خود رکھا، جس کی پانچ صفتیں سیرت میں موجود ہیں، نیز بے داڑھی مجوسی کو دیکھ کر آپ نے سخت غیض وغضب کا اظہار کیا، اور اتنا قابل توجہ تھا کہ جن بعض صحابہ وتابعین کو پیدائشی طور پر داڑھیاں نہ تھیں وہ اس کی تمنا کرتے تھے، اور وہ خود اور دیگر صحابہ کہتے تھے کہ کاش اگر ممکن ہوتا ہم پیسوں سے داڑھی خرید لیتے!

۴۔ داڑھی کے مسئلہ میں شدت اور گرانی انہیں لگتی ہے جنہیں سنتوں سے نفرت وعداوت ہوتی ہے، یا جو سنتوں کو اپنی خسیس عقل کی لونڈی سمجھتے ہیں، کہ اسے جس طرح چاہیں استعمال کریں، ورنہ اس میں کیا شک ہے کہ سنت کی روشنی میں ایک مرد مومن کے چہرہ پر سب سے اہم چیز داڑھی ہے۔

اقتباس ۲:

آپ کا قلب جس چیز پر گواہی دے، آپ کو خود اس پر عمل کرنا چاہیے، میرے نزدیک کسی کی

---

(۱) رسائل ومسائل، مولانا مودودی (1 / 118)، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور۔

داڑھی چھوٹی یا بڑی ہونے سے کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوتا۔ اصل چیز جو آدمی کے ایمان کی کمی بیشی پر دلالت کرتی ہے وہ تو اور ہی ہے .... آپ کو اور ہمارے تمام رفقاء کو اپنے باطن کی فکر اپنے ظاہر سے بڑھ کر ہونی چاہیے اور اسی طرح اپنے ان اعمال کی زیادہ فکر ہونی چاہیے جن پر خدا کی میزان میں آدمی کے ہلکے یا بھاری ہونے کا مدار ہے؛ کیوں کہ اگر ایسے اعمال ہلکے رہ گئے تو بال برابر وزن رکھنے والی چیزوں کی کمی بیشی سے میزان الٰہی میں کوئی خاص فرق واقع ہونے کی توقع نہیں ہے(۱)۔

جائزہ:

۱۔ قلب کی گواہی پر نہیں، بلکہ کتاب وسنت پر عمل کرنا چاہئے!! دین اسلام کسی کے عقل وقلب کی لونڈی نہیں، بلکہ اللہ کے منزل دین کا نام ہے!!

۲۔ آپ کے نزدیک داڑھی کے چھوٹی بڑی ہونے میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ آپ کا دھرم آپ کی عقل اور قلب ہے، لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ایمان اور شرک، یہودیت عیسائیت اور مجوسیت اور ایسے ہی رجولت وفحولت اور نسوانیت وخنوثت اور ہیجڑے پن کا فرق ہے!!

۳۔ مولانا! اگر واقعی باطن کی فکر ہوتی، اور باطن سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبۂ خالص سے معمور ہوتا تو اس کا اثر ظاہر میں چہرہ پر بھی نظر آتا، جیسے سلف صالحین کا ظاہر و باطن یکساں تھا، اور جیسے دیگر ظاہری اعمال ایک مسلمان انجام دیتا ہے۔

۴۔ افسوس کہ مولانا نے یہاں داڑھی جیسے فریضہ کا کھلم کھلا مذاق اور ٹھٹھا اڑایا ہے، اور اسے محض ایک ''بال'' قرار دیا ہے، جس سے میزان عدل میں کوئی فرق نہیں پڑتا!

سچ ہے! جب عقل اپنی حد سے متجاوز ہو جائے یا پھر مختل و ماؤف ہو جائے تو یہی انجام ہوتا ہے۔ مولانا کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ ''بال'' کیا میزان عدل میں 'ذرے' کا بھی وزن ہوگا اور اس کا

---

(۱) رسائل ومسائل (1/ 118-119)، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور۔

بھی حساب ہوگا۔اور آپ نے اپنی عقلی اُپج سے جو داڑھی کو محض ''بال'' کہہ کر سنت کا استہزا کیا ہے' اللہ کے میزان میں اس کا ''وزن'' کتنا ہوگا،اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

اقتباس ۳:

داڑھی کے متعلق نبی ﷺ نے کوئی مقدار مقرر نہیں کی ہے،صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔آپ اگر داڑھی رکھنے میں فاسقین کی وضعوں سے پرہیز کریں،اور اتنی داڑھی رکھ لیں جس پر عرف عام میں داڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہو،(جسے دیکھ کر کوئی شخص اس شبہ میں مبتلا نہ ہو کہ شاید چند روز سے آپ نے داڑھی نہیں مونڈی ہے)تو شارع کا منشا پورا ہو جاتا ہے،خواہ اہل فقہ کی استنباطی شرائط پر وہ پوری اترے یا نہ اترے[1]۔

جائزہ:

۱۔ ''نبی نے داڑھی کی کوئی مقدار مقرر نہیں بس رکھنے کا حکم دیا ہے''۔

بس یہی تو داڑھی کے بارے میں سنت رسول ہے کہ داڑھی مقدار کی تعیین کے بغیر رکھی جائے، اسے کسی طرح کانٹ چھانٹ یا شیو نہ کیا جائے۔ اور یہی شارع کا منشا بھی ہے۔

۲۔ ''فاسقوں کی وضعوں سے پرہیز!''

مودودی صاحب! کاش آپ کو معلوم ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے فاسقوں نہیں بلکہ دشمنان اسلام ''مشرکوں،یہودیوں،عیسائیوں اور آتش پرس مجوسیوں'' کی مخالفت کا حکم دیا ہے جو شیو،شبہ شیو اور کاٹ چھانٹ بھی کیا کرتے تھے۔

۳۔ ''شارع کے منشاومقصود'' کی جو آپ نے من مانی شرح فرمائی ہے وہ شارع کا منشاومقصود نہیں بلکہ آپ کی ذہنی اُپج اور عقلانی بڑ ہے۔

۴۔ کاش آپ فقہاء کا استنباط،لغت عرب کا مدلول اور سنت رسول ﷺ،اور سیرت صحابہ

---

(۱) رسائل ومسائل (1 / 114)،اسلامک پبلیکیشنز(پرائیویٹ) لمیٹڈ،لاہور۔

رضی اللہ عنہم کی اہمیت سمجھتے تو یہ عقلانی گھوڑے نہ دوڑاتے بلکہ ''آمنا وصدقنا'' اور ''سمعنا واطعنا'' کہہ کر سرِ تسلیم خم کر دیتے۔

اقتباس ۴:

''اسی طرح داڑھی کے معاملے میں جو شخص حکم کا یہ منشا سمجھتا ہو کہ اسے بلا نہایت بڑھنے دیا جائے، وہ اپنی اس رائے پر عمل کرے، اور جو شخص کم سے کم مشت کو حکم کا منشا پورا کرنے کے لئے ضروری سمجھتا ہو وہ اپنی رائے پر عمل کرے اور جو شخص مطلقا داڑھی رکھنے والے کو (بلا قید مقدار) حکم کا منشا پورا کرنے کے لئے کافی سمجھتا ہو، وہ اپنی رائے پر عمل کرے، ان تینوں گروہوں میں سے کسی کو بھی یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ استنباط واجتہاد سے جو رائے اس نے قائم کی ہے، وہی شریعت ہے اور اس کی پیروی سب لوگوں پر لازم ہے۔ ایسا کہنا اس چیز کو سنت قرار دینا ہے جس کے سنت ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہی وہ بات ہے جس کو میں بدعت کہتا ہوں (۱)۔

جائزہ:

۱۔ جو شخص اپنی عقل کو سنت وشریعت پر حاکم سمجھتا ہو اس کے نزدیک کسی بڑے سے بڑے استنباط کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے!!

۲۔ جب شریعت، سنت اور بدعت وغیرہ اصطلاحات آپ کی ''دانشوری'' کے تابع ہیں تو آپ جس کو چاہیں سنت وشریعت قرار دیں اور جس کو چاہیں بدعت ٹھہرائیں!!

۳۔ حیرت ہے مولانا کے مبلغ علم پر کہ ان کے یہاں داڑھی کے سنت رسول ہونے کا کوئی ثبوت ہی نہیں! اور ماتم ہے اس عقلانیت پر کہ رفتہ رفتہ داڑھی کو سنت سے خارج کر کے اسے بدعت ٹھہرا دیا!!

سچ فرمایا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

---

(۱) رسائل ومسائل (1 / 200)، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور۔

''لَا يَعْرِفُ مَعْرُوفًا، وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا، إِلَّا مَا أُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ''(۱)۔

(فتنہ زدہ دل کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ) وہ معروف کو معروف اور منکر کو منکر نہیں سمجھتا، بس وہ خواہشات نفسانی کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

اقتباس ۵:

''میں اسوہ اور سنت اور بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان مفہومات کو غلط بلکہ دین میں تحریف کا موجب سمجھتا ہوں جو بالعموم آپ حضرات کے ہاں رائج ہیں آپ کا یہ خیال کہ نبی ﷺ جتنی بڑی داڑھی رکھتے تھے اتنی ہی بڑی داڑھی رکھنا سنت رسول یا اسوہ رسول ہے، یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عادات رسول کو بعینہ وہ سنت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کے لئے نبی ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام مبعوث کیے جاتے رہے ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہی نہیں کہ یہ سنت کی صحیح تعریف نہیں ہے، بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریف دین ہے جس سے نہایت برے نتائج پہلے بھی ظاہر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہونے کا خطرہ ہے''(۲)۔

جائزہ:

۱۔ جب مولانا مطلق العنان ہیں، تو جس اصطلاح پر جو بھی حکم لگانا چاہیں لگا سکتے ہیں، اسی لئے انہوں نے اسوہ، اور سنت و بدعت کے علماء کتاب وسنت کے بتلائے ہوئے معانی و مفاہیم ہی کو موجب تحریف قرار دیا!

امام ابن کثیر رحمہ اللہ ﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب: 21] کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بدأ غریباً (1/129، حدیث 144)۔

(۲) رسائل ومسائل (1/194-195) نیز دیکھئے: (ص 190)، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور۔

''هَذِهِ الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ أَصْلٌ كَبِيرٌ فِي التَّأَسِّي بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي أَقْوَالِهِ وَأَفْعَالِهِ وَأَحْوَالِهِ''(١)۔

یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال میں آپ کو اسوہ سمجھنے کے سلسلہ میں بہت بڑی بنیاد ہے۔

اب اگر مولانا اسوہ کے اس مفہوم کو ''موجب تحریف'' سمجھتے ہیں تو یہ ان کی عقل کے لئے ''موجب ماتم'' ہے، نہ کہ اس مفہوم کا قصور!

۲۔ افسوس مولانا ''داڑھی رکھنے'' کو عادت سمجھتے ہیں، انہیں اتنا بھی ادراک نہیں کہ عبادت وعادت میں کیا فرق ہے، اور نصوص شریعت سے عبادت و عادت کا استنباط کیسے ہوتا ہے؟ سبحان اللہ! کیا داڑھی کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے پانچ اوامر ''أوفوا، أعفوا، أرخوا، وفروا، أرجوا'' مولانا کے نزدیک ''عادت'' باور کرانے کے لئے ہیں! افسوس!!

۳۔ یہ ''سنت کی صحیح تعریف نہیں ہے'' علمائے امت نے جو سنت کی تعریف کی ہے اگر وہ آپ کے نزدیک غلط ہے تو آپ کو سنت کی کوئی منضبط تعریف کر دینی چاہئے جس پر آپ بھی عمل کرتے اور دیگر بھی! لیکن چونکہ آپ کے یہاں سنت خود آپ کی ''عقل و دانش'' ہے اس لئے آپ اس کی تعریف کر بھی نہیں سکتے، بلکہ جب جہاں چاہا اپنی عقل کی کسوٹی پر سنت، بدعت اور تحریف ٹھہرا دیا۔

۴۔ لیجئے مولانا نے ساری مصیبت سے نجات دلا دی، داڑھی میں نبی ﷺ کی ''اتباع پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریف دین ہے جس سے نہایت برے نتائج پہلے بھی ظاہر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہونے کا خطرہ ہے''۔

افسوس ہے مولانا کی عقل و دانش اور مفکریت پر!! آپ ایک جماعت کے بانی اور اس کے روح رواں تھے، سنت رسول سے اتنی عداوت، رسول ﷺ کے چہرۂ مبارک سے اتنا بغض

(١) تفسیر ابن کثیر تحقیق سامی سلامۃ (6/391)۔

ونفرت اور کراہت کہ داڑھی کو دائرۂ سنت ہی سے خارج کر کے اسے بدعت اور تحریف دین قرار دیا، جس کے ہمیشہ برے نتائج نکلتے رہے ہیں اور مستقبل میں بھی وہی اندیشہ ہے!!

لمحۂ فکریہ!!

اب ظاہر ہے کہ جب آپ کی یہ تعلیمات ہیں تو آپ کی ''اسلامی'' جماعت کے لوگ ایک بدعت کیوں کریں، دین میں تحریف جیسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیوں کریں، جس سے ماضی وحال میں برے نتائج نکلتے رہے ہیں!!!!

اسی لئے آپ کو مولانا کی جماعت کے افراد میں نادر ہی کوئی ایسا نظر آئے گا جو آپ کے ''عقیدہ'' سے سرمو انحراف کر کے ''بدعت اور تحریف دین'' (داڑھی رکھنے) کا مرتکب ہو!!

یہ دراصل عقلانیت اور دانشوری کا شاخسانہ ہے، جب ایک انسان اپنی عقل کو دین وشریعت کے تابع نہیں سمجھتا بلکہ عقل کو حاکم اور مختارِ کل قرار دیتا ہے تو اجماعی مسائل کو بھی ''بدعت اور تحریف دین'' کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا پر رحم فرمائے، لیکن آپ کی جماعت کے لوگوں کو سنت کی سمجھ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اللھم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ، آمین۔

② ڈاکٹر یوسف قرضاوی[1]:

ڈاکٹر یوسف قرضاوی کا داڑھی کے بارے میں جو عقیدہ ونظریہ موقف اور عمل ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے[2]:

---

(۱) ڈاکٹر قرضاوی کے عقائد ونظریات کے لئے دیکھئے: القرضاوی فی المیزان، از سلیمان بن صالح الخراشی، دار الجواب للنشر، الریاض۔

(۲) یوسف قرضاوی کے رد میں علامہ شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ نے ''الاعلام بنقد الحلال والحرام'' نامی ایک نہایت جامع رسالہ تحریر فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں، (ص 18-21)، کچھ تصرف کے ساتھ یہاں اس کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔

موقف:

ا۔ ''اعفاء'' کا مطلب یہ نہیں ہے کہ داڑھی سرے سے کاٹی ہی نہ جائے، کیونکہ ایسا کرنے سے تکلیف دہ حالت تک بڑھ جائے گی[1]۔ بلکہ ترمذی کی روایت اور بعض سلف کے عمل کی روشنی میں طول وعرض سے کچھ کاٹ لے۔

۲۔ داڑھی شیو کرنے سے متعلق تین اقوال ہیں:

(۱) حرمت (امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ)

(۲) کراہت (قاضی عیاض رحمہ اللہ)

(۳) جواز واباحت (بعض معاصرین)

ان میں سب سے مناسب اور درمیانی قول کراہت کا ہے، کفار کی مخالفت کا حکم ضرور دیا گیا ہے

---

(۱) سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کی بابت تکلیف کا کوئی تصور سلف کے یہاں موجود نہ تھا، لہٰذا داڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دینا سنت ہے، خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین میں لمبی سے لمبی داڑھی کی مثال موجود ہے' چنانچہ شیخ الشیوخ قاضی قرم ضیاء الدین بن سعد الدین عبید اللہ بن محمد عثمان عفیفی قزوینی شافعی رحمہ اللہ (متوفیٰ :780ھ) کی سیرت میں علماء رجال وتراجم نے لکھا ہے کہ ان کی داڑھی خوب لمبی تھی، پیروں تک پہنچتی تھی، جبکہ وہ خود بھی طویل قامت انسان تھے' چنانچہ وہ جب بھی سوتے تھے اپنی داڑھی کو ایک تھیلی میں رکھ لیا کرتے تھے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وَكَانَت لحيته طَوِيلَة جداً بِحَيْثُ تصل إِلَى قَدَمَيْهِ، وَلَا ينَام إِلَّا وَهِي فِي كيس، وكان إذا ركب فرقها فرقتين، وكان عوام مصر إذا رأوه قالوا: سبحان الخالق!''۔

ان کی داڑھی اتنی زیادہ لمبی تھی کہ پیروں تک پہنچتی تھی، وہ جب بھی سوتے تھے اسے ایک تھیلی میں رکھ کر سوتے تھے، اور سوار ہوتے تھے تو دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی، مصر کے عوام انہیں دیکھ کر کہتے تھے: ''خالق کی ذات پاک ہے!''۔

[دیکھئے: إنباء الغمر بأبناء العمر للحافظ ابن حجر (1 / 183)، نیز دیکھئے: المنهل الصافي والمستوفی بعد الوافي (7 / 404)، وبغیۃ الوعاۃ (2 / 14)، وشذرات الذهب في أخبار من ذهب (8 / 459)، وحسن المحاضرۃ في تاریخ مصر والقاهرۃ (1 / 546)، وطبقات المفسرین للداوودي (1 / 223)]۔

لیکن امر یقینی طور پر وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔

۳۔ صحیح ہے کہ سلف میں کسی سے داڑھی چھیلنا ثابت نہیں ہے، لیکن اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انہیں اس کی حاجت ہی نہ ہوئی ہو، کیونکہ وہ اس کے عادی تھے (۱)۔

جائزہ:

ا۔ بلاشبہ ''اِعفاء'' کے معنیٰ یہی ہیں کہ اسے اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے، سرے سے نہ کاٹا جائے، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمۂ لغت وحدیث کی تشریحات سے یہی ثابت ہے۔

امام نووی احادیث میں وارد پانچ الفاظ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''وَمَعْنَاهَا كُلُّهَا تَرْكُهَا عَلَى حَالِهَا هَذَا هُوَ الظَّاهِرُ مِنَ الْحَدِيثِ الَّذِي تَقْتَضِيهِ أَلْفَاظُهُ''(۲)۔

ان تمام الفاظ کا معنیٰ اسے اپنی حالت پر چھوڑ دینا ہے، حدیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے' اس کے الفاظ اسی کے متقاضی ہیں۔

ترمذی کی مشار الیہ روایت میں ایک راوی عمر بن ہارون محدثین کے یہاں متروک ہے، لہٰذا وہ نہایت ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے، بلکہ علماء نے اسے موضوع قرار دیا ہے (۳)۔

جہاں تک سلف صالحین کے فعل کا مسئلہ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم وعمل کے خلاف کسی کا قول وفعل حجت نہیں، یہ فعل مرفوع روایات کے خلاف ہے، لہٰذا سلف صالحین بالخصوص عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل اجتہادی ہے جو تاویل پر مبنی ہے، دیگر عام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل فعل رسول کے موافق تھا، لہٰذا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فعل خود انہی سے مروی حکم رسول کے بالمقابل

(۱) دیکھئے: الحلال والحرام فی الاسلام للقرضاوی، (ص 81)۔

(۲) شرح النووی علی مسلم (3/ 151)، ونیل الاوطار (1/ 143)، نیز دیکھئے: زیر نظر رسالہ کا (ص 40)۔

(۳) دیکھئے: زیر نظر رسالہ کا (ص 94، حاشیہ)۔

حجت نہیں بن سکتا [۱]۔

۲۔ داڑھی حلق کرنے کے سلسلہ میں کراہت کے قول کو ترجیح دینا درست نہیں؛ کیونکہ یہ ترجیح بے دلیل اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا قول (حرمت کا) صحیح اور راجح ہے، کیونکہ قرائن سے خالی غیر مصروف امر وجوب پر دلالت کرتا ہے جس کی مخالفت حرام ہے، جیسا کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے [۲]۔

۳۔ قرضاوی صاحب کی یہ توجیہ کہ ''سلف میں سے کسی کے داڑھی نہ چھیلنے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ انہیں اس کی حاجت ہی نہ ہوئی ہو، کیونکہ وہ اس کے عادی تھے'' نہایت بھونڈی، بے تکی اور باطل توجیہ ہے۔ بلکہ صحیح اور منصفانہ بات یہ ہے کہ کسی کے کاٹنے کا عدم ثبوت اس کے عدم جواز کی دلیل ہے! کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم داڑھی کے بڑے حریص تھے، بطور مثال قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اور شریح قاضی رحمہ اللہ وغیرہ کی سیرت ملاحظہ فرمائیں، جنہیں فطری طور پر داڑھی نہ تھی [۳]۔

خلاصۂ کلام اینکہ داڑھی کے سلسلہ میں ڈاکٹر قرضاوی کی عقلانی توجیہات اور مرجوحات کی ترجیح مستند دلائل کے خلاف ہونے کے باعث باطل اور ناقابل اعتبار ہیں۔

③ محدث العصر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ [۴]:

داڑھی کے سلسلہ میں آپ کا موقف بالجملہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہے، البتہ بعض جزویات میں آپ سے اجتہادی خطا ہوئی، حق آپ کا حلیف نہ ہوسکا، جس پر بھی آپ

---

(۱) دیکھئے: زیر نظر رسالہ کا (ص 105-109)۔

(۲) دیکھئے: زیر نظر رسالہ کا (ص 41-42)۔

(۳) دیکھئے: زیر نظر رسالہ کا (ص 58-60)۔

(۴) علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ عصر حاضر کے نہایت بلند پایہ اور عظیم المرتبت محدث اور آسمان استخراج واجتہاد ==

ایک اجر کے مستحق ہیں، ان شاء اللہ۔

موقف کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ داڑھی کا اعفاء واجب ہے اور اس کا حلق کرنا چھیلنا حرام ہے [۱]۔

۲۔ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے، جب تک کہ اسے وجوب سے پھیرنے والا کوئی قرینہ نہ ہو، اور یہاں قرائن وجوب ہی کی تائید کرتے ہیں [۲]۔

=== کے آفتاب و ماہتاب تھے، اس کی زندہ جاوید دلیل علم حدیث وعلل اور رجال واسانید کی دقیق علمی بحثوں پر مشتمل آپ کی سیکڑوں کتابیں، اور فقہ وفتاویٰ پر مشتمل چھ ہزار سے متجاوز علمی کیسٹیں ہیں جو دنیا کے چپہ چپہ میں پھیلی ہوئی ہیں، جبکہ امت کے کبار علماء واعلام کی شہادتیں اس کے علاوہ ہیں۔ آپ کا یہ علمی ورثہ علماء طلبہ اور باحثین ومحققین کا مرجع ہے۔ آپ نے اس دور میں معتبر وغیر معتبر کی چھان بین اور جانچ پڑتال کی فکر عطا فرمائی ہے اور امت کے علماء وباحثین کو بحث وجستجو اور تحقیق وتنقیح کا شفاف ذوق اور ملکہ عطا فرمایا ہے، فجزاہ اللہ خیراً۔

لیکن ان تمام تر فضائل کے باوجود آپ ایک فرد بشر ہیں دیگر لوگوں کی طرح آپ سے بھی اجتہادی غلطی اور خطا کا صدور ممکن ہے، اس لئے آپ کی باتوں اور تحریروں میں عصمت یا عدم خطا کا تصور صحیح نہیں، نہ ہی تعصب اور مقلدانہ انداز میں آپ کی باتوں کو لینا ہی درست ہے، آپ فرماتے ہیں:

''أن يعلمَ من شاءَ الله أن يعلم أن العلم لا يقبل الجمود، فهو في تقدم مستمر من خطأ إلى صواب، ومن صحيح إلى أصح، وهكذا ... وليعلموا أننا لا نصرّ على الخطأ إذا تبيَّن لنا''۔

یعنی جسے اللہ توفیق دے وہ جان لے کہ علم جمود قبول نہیں کرتا بلکہ مستقل ترقی پذیر ہوا کرتا ہے، غلط سے صحیح اور صحیح سے صحیح تر کی طرف اس کا سفر جاری رہتا ہے.. اور یہ بھی جان لے کہ ہم غلطی واضح ہوجانے کے بعد اس پر اڑے نہیں رہتے۔ [سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (1/44)]۔

اور امام موصوف نے عملاً ایسا کیا بھی ہے، تراجعات کی کتابیں اس پر شاہد خیر ہیں۔ فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وأدخلہ فسیح جنانہ، آمین۔

علامہ موصوف کی حیات وخدمات اور بے مثال محدثانہ کارناموں کے لئے دیکھئے: حیاۃ الالبانی وآثارہ وثناء العلماء علیہ، از محمد بن ابراہیم الشیبانی، والامام الالبانی، دروس ومواقف وعبر، از دکتور عبدالعزیز السدحان۔

(۱) تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ (ص:82)، وآداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ (ص:212)۔

(۲) آداب الزفاف (ص:209)، وتمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ (ص:80)۔

۳۔ داڑھی کاٹنا اور اس سے زینت کرنا معصیت، نہایت قبیح خصلت اور کفار کی مشابہت ہے۔ اور داڑھی مونڈنے میں چار قباحتیں ہیں:

۱۔ حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح مخالفت۔

۲۔ کفار ومشرکین کی مشابہت۔

۳۔ خلق الٰہی کی تبدیلی اور فطرت کا بگاڑ۔

۴۔ عورتوں سے مشابہت [۱]۔

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی قولی یا فعلی صحیح حدیث میں داڑھی کاٹنا ثابت نہیں ہے [۲]۔

۵۔ داڑھی کو حلق کی طرح کاٹنا، جیسا کہ بعض لوگ اور بعض جماعتیں کرتی ہیں، ناجائز ہے [۳]۔

٦۔ البتہ داڑھی کا کاٹنا بعض سلف سے ثابت ہے۔ (پھر عبداللہ بن عمر سمیت صحابہ وتابعین وغیرہ سے آٹھ آثار نقل فرمائے ہیں اور انہیں صحیح یا حسن قرار دیا ہے) آگے فرماتے ہیں:

ان صحیح آثار سے معلم ہوتا ہے کہ سلف کے یہاں داڑھی کا کاٹنا ایک معروف امر تھا، برخلاف ہمارے بعض اہل حدیث بھائیوں کے جو ''أعفوا'' کے عموم کو لیکر شدت برتتے ہیں، اس پر دھیان نہیں دیتے کہ سلف نے اس عموم سے یہ سمجھا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے، کیونکہ اس پر سلف کا عمل نہیں رہا ہے، اور انہی (عمل نہ کرنے والوں) میں مذکورہ عمومی حدیث کو روایت کرنے والے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب و روز دیکھتے تھے، جنہوں نے ''اعفاء'' کا حکم دیا تھا [۴]۔

---

(۱) آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ (ص:207)، وحجۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ص:7)

(۲) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (5/375)۔

(۳) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (5/125)۔

(۴) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (5/378،379، و 8/457)۔

۷۔ سلف صحابہ وغیرہم کی معمول بہ سنت یہ رہی ہے کہ داڑھی کو قدر مشت تک بڑھایا جائے، اور مشت سے زائد کو کاٹ دیا جائے[۱]۔

۸۔ ''راوی اپنی حدیث کے مقصد کو دیگر نہ سننے والوں سے زیادہ جانتا ہے''[۲]۔

۹۔ حمود تویجری اور ان جیسے دیگر لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو ناحق شدت برتتے ہیں اور بالکل کاٹنا جائز نہیں سمجھتے، اور ان آثار سلف کی خلاف ورزی کی جرأت کیسے کرتے ہیں؟ جبکہ ان کے پاس ''أعفوا اللحی'' کے عموم کے سوا کوئی دلیل نہیں ہے، ایسا محسوس ہوتا کہ انہیں سلف سے زیادہ اس کے معنیٰ کا علم ہو گیا ہے؟ حالانکہ اس کے راوی عبداللہ بن عمر ہیں، اور راوی اپنی روایت کا مقصود دوسروں سے زیادہ سمجھتا ہے[۳]۔

۱۰۔ یہ ''العبرۃ بروایۃ الراوی لا برأیہ'' (راوی کی رائے نہیں بلکہ اس کی روایت کا اعتبار رہے) کے قبیل سے نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کا وہم ہے، کیونکہ یہ اس وقت ہوتا ہے جب رائے اور روایت میں ٹکراؤ ہوتا ہے، اور یہ اس قبیل سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان عمومات پر عمل کے قبیل سے ہے جو غیر معمول بہ رہے ہیں، جو ہر بدعت کی جڑ ہے، جیسا کہ امام شاطبی نے لکھا ہے[۴]۔

جائزہ:

اولاً: ابتدائی پانچ فقروں میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ الحمدللہ

ثانیاً: آخری پانچ فقرے محل نظر ہیں۔

---

(۱) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (125/5)۔

(۲) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (8/457، و5/378)۔

(۳) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (13/442)۔

(۴) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (5/5، و13/442)۔

جائزہ فقرہ ۶، ۷:

۱۔ داڑھی کا کاٹنا بعض سلف سے ثابت ہے، جن میں سے علامہ رحمہ اللہ نے آٹھ کا ذکر کیا ہے، لہٰذا اسے عام سلف کا معمول قرار دینا محل نظر ہے، مثال کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اجلاء صحابہ، خلفائے راشدین اور عشرۂ مبشرہ وغیرہ سے کہیں داڑھی مونڈنا یا کاٹنا ثابت نہیں ہے۔

۲۔ یہ ''أعفوا'' کے عموم پر شدت نہیں بلکہ جذبۂ اتباع سنت ہے، اور اس عموم کے تخصیص کی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی دلیل نہیں ہے۔

۳۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس حدیث کے راوی ضرور ہیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مراد کو خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کون جان سکتا ہے، آپ کا عمل آپ کے قول کی تطبیق ہے جس سے آپ کے حکم کا مقصود بخوبی سمجھ میں آتا ہے۔ لہٰذا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل پر مقدم نہیں کیا جاسکتا [۱]۔

۴۔ قدرے مشت سے زائد کاٹنے کے سلسلہ میں صرف چند آثار آئے ہیں، خود علامہ رحمہ اللہ نے آٹھ آثار کا تذکرہ کیا ہے (جو امام موصوف رحمہ اللہ کے یہاں صحیح ہیں) نہ کہ عام صحابہ وتابعین کا یہ عمل تھا، بلکہ عام صحابہ وتابعین کا عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل کے مطابق تھا۔

۵۔ یہ ان حضرات صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم ورحمہم کا اپنا اجتہادی عمل تھا، جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاکیدی قولی وعملی سنت کے ہوتے ہوئے کسی کے لئے حجت نہیں بن سکتا، اور ان حضرات کے عمل پر کتاب وسنت کی کوئی دلیل قائم نہیں ہے [۲]۔

جائزہ فقرہ ۸:

اس قاعدہ اور اس کے موقع ومحل کے سلسلہ میں اہل علم کی تصریحات گزر چکی ہیں کہ یہ قاعدہ اس

---

(۱) دیکھئے: زیر نظر رسالہ کا (ص 105)۔

(۲) دیکھئے: زیر نظر رسالہ کا (ص 107)۔

صورت کے لئے ہے جب نص کے معنیٰ میں کوئی احتمال ہو[1]۔

جائزہ فقرہ ۹:

درحقیقت یہ ''آثار سلف کی خلاف ورزی کی جرأت'' نہیں ہے جیسا کہ علامہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، بلکہ یہ خالص اتباع سنت کا جذبہ ہے، اور یہاں آثار سلف کی اتباع سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلاف ورزی لازم آرہی ہے، جو کسی صاحب ایمان کے لئے کسی طرح مناسب نہیں۔

جائزہ فقرہ ۱۰:

۱۔ درحقیقت داڑھی کا یہ مسئلہ اصولی قاعدہ ''**العبرة برواية الراوي لا برأيه**''(راوی کی رائے نہیں بلکہ اس کی روایت کا اعتبار ہے) ہی کے قبیل سے ہے، گرچہ علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ وعفا عنہ نے اسے وہم قرار دیا ہے، اور اس کے موقع ومحل کے سلسلہ میں علمائے محققین کی تصریحات گزر چکی ہیں کہ یہ قاعدہ ان صورتوں کے لئے ہے جب نص کے معنیٰ میں کوئی احتمال نہ ہو، اور موجودہ صورت اسی قبیل سے ہے[2]۔

۲۔ جس قاعدہ کی طرف علامہ رحمہ اللہ نے امام شاطبی رحمہ اللہ کے حوالہ سے اشارہ کیا ہے وہ محل نظر ہے[3]۔

یہ دراصل علامہ رحمہ اللہ کی اجتہادی لغزشیں اور خطائیں ہیں، جن سے کوئی بشر محفوظ نہیں، البتہ مجتہد ہر صورت میں ماجور ہوتا ہے، دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ امام موصوف کی مغفرت فرمائے آپ کی خطاؤں کو درگزر فرمائے اور اہل اسلام کی طرف سے اجر عظیم سے نوازے، آمین۔

(۱) دیکھئے: زیر نظر رسالہ کا (ص114)۔

(۲) دیکھئے: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (11/ 329)، نیز دیکھئے: زیر نظر رسالہ کا (ص116)۔

(۳) دیکھئے: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (4/ 49)۔

آٹھویں فصل:

داڑھی سے متعلق علماء کے بعض فتاوے

داڑھی کے حکم کے سلسلہ میں دوسری فصل میں قدیم وجدید اہل علم کے متعدد اقوال نقل کئے گئے ہیں ،جنہوں نے داڑھی کے حلق کی حرمت کی صراحت فرمائی ہے، جبکہ بعض اہل علم نے اسے کاٹنے ،کترنے وغیرہ کی حرمت کی بھی صراحت فرمائی ہے اور اسے مطلقاً اپنی حالت پر چھوڑ دینے کو واجب قرار دیا ہے، جیسے امام نووی، علامہ عبدالرحمن مبارکپوری، علامہ عبدالعزیز بن باز اور علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہم اللہ جمیعاً۔

یہاں اس سلسلہ میں اہل علم کے چند فتاوے ملاحظہ فرمائیں:

① محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ کا فتویٰ:

محمد ابراہیم کی جانب سے مکرم عبداللہ بن عثمان العمر سلمہ اللہ کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وبعد:

آپ کا مکتوب موصول ہوا، جس میں سات سوالات ہیں:

سوال ۱: داڑھی کا کیا حکم ہے؟

جواب: داڑھی کو کسی بھی طرح زائل کرنا جائز نہیں، کیونکہ ارشاد باری ہے:

﴿ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٢﴾ ﴾ [التغابن:12]۔

(لوگو) اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو۔ پس اگر تم اعراض کرو تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾﴾ [النور:63]۔

سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

نیز صحیح وغیرہ میں نبی کریم کا فرمان ثابت ہے:

''أَحْفُوْا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوْا اللُّحَى''۔ مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

اور اس معنیٰ کی دیگر احادیث ہیں۔

اور ''امر'' (حکم) وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

نیز اس امر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے لوگ ساتویں صدی ہجری تک قائم ودائم رہے، پھر اس کے بعد دین سے کم دلچسپی رکھنے والوں نے اسے مونڈنا شروع کر دیا، ہم اللہ کو غضبناک کرنے والی تمام چیزوں سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔

سوال ۲: داڑھی سے کچھ کاٹنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ناجائز ہے، جیسا کہ سابقہ دلائل سے ثابت ہوا، نیز صحیح مسلم وغیرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

''خَالِفُوْا الْمَجُوْسَ لأَنَّهُمْ يُقَصِّرُوْنَ لُحَاهُمْ وَيُطَوِّلُوْنَ الشَّوَارِبَ''(۱)۔

(۱) یہ شاید بالمعنی ہے، ورنہ مسلم کے الفاظ یہ ہیں: ''جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللِّحَى خَالِفُوا الْمَجُوسَ''۔ دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، (1/222، حدیث 260)۔ (مولف)

مجوسیوں کی مخالفت کرو کیونکہ وہ داڑھیاں چھوٹی کرتے ہیں اور مونچھیں لمبی۔

یہ حدیث موضوع پر نص ہے۔

اور ترمذی کی حدیث "كَانَ يَأْخُذُ مِن لِحْيَتِهِ مِن طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا" (کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی داڑھی کو طول وعرض سے کاٹتے تھے) صحیح نہیں ہے[1]۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل "کہ وہ حج وعمرہ کے موقع پر اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے تھے اور جو اس سے زائد ہوتا تھا کاٹ دیتے تھے" حجت نہیں بن سکتا، کیونکہ انہوں نے ہی کاٹنے کی ممانعت کو روایت کیا ہے؛ اور جب صحابی کی رائے اور روایت میں تعارض ہو جائے تو روایت اس کی رائے پر مقدم ہوگی۔ صحابی کی رائے اور روایت کے تعارض کے مسئلہ میں اہل علم کا صحیح قول یہی ہے[2]۔

۲ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ:

فرماتے ہیں:

"داڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دینے کا وجوب اور اس کے چھیلنے یا کاٹنے کی حرمت"

میرے پاس داڑھی کے شیو کرنے یا کاٹنے کے حکم کے سلسلہ میں سوال آیا ہے کہ: کیا جان بوجھ کر اور حلال جان کر داڑھی شیو کرنے والا کافر ہو جائے گا؟ اور کیا داڑھی کے سلسلہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث داڑھی چھوڑ دینے کے وجوب اور شیو کرنے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے یا محض استحباب پر؟

جواب: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: (صحیحین میں وارد ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی تین احادیث)

---

(۱) دیکھئے: زیر نظر رسالہ کا (ص 116)۔

(۲) فتاوی ورسائل سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف آل الشیخ (2/52-53)۔

مذکورہ احادیث میں یہ (امر کا) لفظ داڑھیوں کے بڑھانے، چھوڑ دینے اور لٹکانے کے وجوب اور اس کے مونڈنے یا کاٹنے کترنے کی حرمت کا متقاضی ہے، کیونکہ اوامر میں اصل وجوب اور ممنوعات میں اصل تحریم ہے، جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو، اہل علم کے یہاں یہی بات معتمد ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ مونڈنے کا گناہ شدید تر ہے؛ کیونکہ اس میں داڑھی کو جڑ سے بالکلیہ ختم کر دینا، گناہ و منکر میں مبالغہ اور عورتوں سے مشابہت ہے۔ رہا کاٹنا کترنا اور اسے ہلکی کرنا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ گناہ، منکر اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، لیکن مونڈنے سے کم تر ہے۔ اور ایسا کرنے والے کا حکم یہ ہے کہ وہ گنہ گار ہے کافر نہیں!''[۱]

③ علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کا فتویٰ:

داڑھی کاٹنے کے حکم کے سلسلہ میں کئے گئے سوال کے جواب میں کہتے ہیں:

داڑھی کاٹنا کترنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم (وفروا اللحی)، (أعفوا اللحی)، (أرخوا اللحی) کے خلاف ہے۔ لہٰذا جسے حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور آپ کے طور طریقہ کی پیروی کی خواہش ہو وہ داڑھی بالکل نہ کاٹے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ یہی ہے کہ آپ داڑھی سے کچھ بھی نہیں کاٹتے تھے[۲]۔

اور ایک دوسرے سوال کے جواب میں کہتے ہیں:

سوال: کیا داڑھی کاٹنا جائز ہے بالخصوص جبکہ مشت سے زائد ہو، کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ

(۱) مجموع فتاوی ابن باز (3/372-373)، نیز دیکھئے: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (5/152)۔

(۲) مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (11/126)۔

جائز ہے؟

جواب: (داڑھی سے متعلق چار روایات ذکر کرنے کے بعد) یہ احادیث داڑھی کو بڑی، لٹکی، اور اپنی پوری پوری حالت پر چھوڑنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اس میں دو فائدے ہیں: ایک مشرکین کی مخالفت جو داڑھی کاٹتے یا مونڈتے تھے۔ اور دوسرا فطرت کی موافقت۔

اور جو آپ نے قدرے مشت سے زائد کاٹنے کے جواز کی بات سنی ہے' تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل کی بنیاد پر بعض اہل علم اس رائے کی طرف گئے ہیں۔ لیکن اولیٰ اور بہتر سابقہ احادیث پر عمل کرنا ہے جن میں عمومی طور پر بڑھانے حکم ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی حالت کا استثناء نہیں کیا ہے[1]۔

④ علامہ سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال: ماقولکم رحمکم اللہ، اس سوال میں کہ داڑھی کا بقدر ایک قبضہ کے رکھنا واجب ہے یا مستحب ہے یا مباح؟ اور قبضہ سے کم رکھنا یعنی خشخاشی مثل پائے مور چہ رکھنا یا منڈوانا حرام ہے یا نہیں؟ اور دراز رکھنا مونچھوں کا درست ہے یا نہیں، مدلل حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جواب دو۔۔۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ان الحکم اِلا للہ" داڑھی کا دراز کرنا بقدر ایک مشت کے واجب ہے، بدلیل حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، کما ستتلو اعلیک، اور داڑھی کا منڈوانا، ایک مشت سے کم رکھنا یا خشخشی بنانا حرام ہے اور موجبِ وعید ہے"[2]۔

علامہ موصوف نے یہاں سوال کے مطابق ایک مشت کا ذکر کیا ہے، آگے فرماتے ہیں:

---

(۱) مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (11 / 127-128)۔

(۲) فتاویٰ نذیریہ، کتاب اللباس والزینۃ: 3 / 359، اہل حدیث اکادمی، کشمیری بازار، لاہور۔

ھوالموفق:

واضح ہو کہ احادیث صحیحہ مرفوعہ سے جو ثابت ہے وہ یہی ہے کہ داڑھی کو بالکلیہ چھوڑ دینا چاہئے، اور اس کے طول وعرض سے کچھ تعرض نہیں کرنا چاہیئے، اور کسی حدیث صحیح مرفوع سے داڑھی کا ترشوانا اور بقدر ایک قبضہ کے رکھنا ثابت نہیں، اور جامع ترمذی میں جو یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی داڑھی کے طول وعرض سے کچھ لیتے تھے، سو یہ حدیث ضعیف ہے۔

اس کے بعد مزید فرماتے ہیں:

ہاں حضرت ابن عمر سے بسند صحیح ثابت ہے کہ وہ حج اور عمرہ میں اپنی داڑھی کو ترشواتے اور بقدر ایک قبضہ کے رکھتے تھے۔۔۔[1]۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علامہ رحمہ اللہ احادیث مرفوعہ صحیحہ میں جو کچھ ثابت ہے اسی پر اکتفا کے قائل ہیں، کیونکہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے آثار کا ذکر کرنے کے بعد کوئی وضاحت نہیں فرمائی ہے کہ مرفوع صحیح احادیث کے بالمقابل ان آثار کی شرعی حیثیت کیا ہے، اور ان سے کیا نتیجہ مستنبط ہوتا ہے۔

⑤ علامہ اسماعیل سلفی گوجرانوالہ رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ رحمہ اللہ داڑھی بڑھانے سے متعلق آٹھ روایتیں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ان احادیث کا مفاد یہ ہے کہ لبوں کے بال منڈادیئے جائیں یا جڑ سے کٹوادیئے جائیں اور داڑھی پوری طرح بڑھائی جائے۔ احادیث زیر قلم سے داڑھی بڑھانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بعض احادیث میں یہ ذکر بصیغۂ امر آیا ہے اور بعض میں بلفظ امر، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک بہت بھاری تھی، وجوب واباحت کی اصطلاحی مباحث کو نظر انداز کر کے بھی کسی حکم کا جو مفاد

(۱) فتاویٰ نذیریہ، کتاب اللباس والزینۃ: 3/360، اہل حدیث اکادمی، کشمیری بازار، لاہور۔

ہوسکتا ہے اور امر ان الفاظ سے جن نتائج کا خواہشمند ہوسکتا ہے ان سے اغماض نہیں کیا جا سکتا۔ جب یہ معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت امت پر فرض ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کی اطاعت پر امت مجبور نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح صریح احادیث کی موجودگی میں کسی دوسرے شخص کے عمل کو اہمیت نہیں دی جاسکتی، اور نہ ہی تعارض یا ترجیح کسی دوسرے کا حق ہے۔ اگر تاویل کی ضرورت ہو تو امت کے اقوال واعمال میں ہونی چاہئے، پیغمبر کو امت کے تابع نہیں کرنا چاہئے۔ صحابہ ہوں یا عام افراد امت مقام نبوت کی تقدیس کو نہیں پہنچ سکتے، اطاعت کا عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا گیا ہے افراد امت سے نہیں''(۱)۔

لغوی مفہوم کے بارے میں علماء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''ان تمام حوالوں کا منشا یہ ہے کہ ''عفو'' کے معنیٰ لغت میں تکثیر اور انبوہ کے ہیں اور داڑھی کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی مقصود ہے، کیونکہ اسلامی وضع میں یہ ایک اہم اسلامی شعار ہے۔

داڑھی بڑھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے، اس کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی اور اس کی ضرورت بھی نہ تھی، یہ تو فطرت کا طبعی فعل ہے، اس کے لئے قانونی حد نہیں مقرر کی جاسکتی، کہیں چند بالوں تک یہ قصہ ختم ہوجاتا ہے اور کہیں پوری چھاتی اس کی لپیٹ میں آجاتی ہے، البتہ کترانا چونکہ انسانی فعل ہے اس لئے اس کی تحدید ضروری ہے اور دلیل بذمہ مدعی۔ اِرخاء، رخاء، استرخاء، رخو یہ قریب المعنیٰ الفاظ ہیں، جن میں نرمی اور وسعت ملحوظ ہے ''فرس رخاء أی وسیع الجری'' أرخوا اللحیۃ کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اسے اپنی طبعی رفتار سے لٹکنے اور بڑھنے کا موقع دیا جائے''(۲)۔

---

(۱) فتاویٰ سلفیہ، شیخ الحدیث مولانا اسماعیل گوجرانوالہ، (ص104)۔

(۲) فتاویٰ سلفیہ، شیخ الحدیث مولانا اسماعیل گوجرانوالہ، (ص106)۔

نیز ''تفردات صحابہ'' کے تحت فرماتے ہیں:

''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صراحۃً کوئی سنت ثابت ہو تو صحابہ کے اختلاف سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا شغف بالسنہ سنت ثابتہ کے خلاف استعمال نہیں ہونا چاہیئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سنت کے عاشق تھے، ان کا عمل اسی صورت میں دلیل ہو سکتا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صراحۃً اس باب میں کچھ ثابت نہ ہو، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صراحت آجائے تو اصل سنت وہی ہوگی (۱)۔

چند متفرق فتاوے

ا۔ داڑھی کا مذاق اڑانا گناہ عظیم موجب ارتداد ہے۔

سوال: داڑھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، لیکن بہت سے لوگ ہیں جو اسے مونڈتے ہیں، بعض لوگ اکھیڑتے ہیں، بعض اسے کاٹتے کترتے ہیں، بعض اس کا انکار کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ سنت ہے جس کے رکھنے پر اجر ہے نہ رکھنے پر سزا نہیں، اور بعض نادان یہاں تک کہہ دیتے ہیں: کہ اگر داڑھی کے بالوں میں کوئی بھلائی ہوتی تو ناف کے نیچے نہ نکلتی، اللہ ایسے لوگوں کا بُرا کرے، ان تمام لوگوں کا کیا حکم ہے؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی سنت کے منکر کا کیا حکم ہے؟؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح سنت داڑھی کے بڑھانے، لٹکانے اور اپنی حالت پر چھوڑ دینے کے وجوب اور اسے مونڈنے، کاٹنے وغیرہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں۔

آگے فرماتے ہیں:

اور جو شخص داڑھی کا مذاق اڑاتا ہے اور اسے موئے زیر ناف سے تشبیہ دیتا ہے وہ بہت بڑے

(۱) فتاویٰ سلفیہ، شیخ الحدیث مولانا اسماعیل گوجرانوالہ ص 110، علامہ رحمہ اللہ کی ان تصریحات سے قاعدہ ''العبرۃ بروایۃ الراوی لا برأیہ'' کی خوب وضاحت ہوتی ہے۔

گناہ ومنکر کا مرتکب ہے جو اسے اسلام سے خارج کرنے کا موجب ہے، کیونکہ کتاب اللہ یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت کسی امر کا استہزاء اور مذاق اڑانا کفر اور اسلام سے ارتداد مانا جاتا ہے۔

ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ أَبِٱللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا۟ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ﴾ [التوبہ:65،66]۔

کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں؟ بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے [۱]۔

۲۔ داڑھیاں مونڈنے کا پیشہ۔

سوال: میں ایک داڑھی رکھنے والا مشرع مسلمان ہوں، میں ایک سیلون کا مالک ہوں (جہاں مردوں کے بال کاٹے جاتے ہیں) یہ بچپن سے میرا پیشہ رہا ہے، اس کے سوا میرے پاس کوئی اور پیشہ نہیں ہے جس سے میں زندگی بسر کرسکوں۔ میں اس پیشہ میں گاہکوں کی داڑھیاں مونڈتا ہوں، کیا میں گنہ گار ہوں گا، اس بارے میں دین کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسلمان کے لئے داڑھی منڈانا حرام ہے، کیونکہ داڑھی مونڈنے کی حرمت پر صحیح دلائل موجود ہیں۔ اسی طرح کسی دوسرے کے لئے بھی مسلمان کی داڑھی مونڈنا حرام ہے؛ کیونکہ اس میں گناہ کے کام میں تعاون ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴿٢﴾﴾ [المائدہ:2]۔

اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو،

---

(۱) فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (2/ 42-40/ 2196)، وفتاوی اللجنۃ الدائمۃ (5/ 161)۔

بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے[۱]۔

۳۔ داڑھی منڈانا گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟

سوال: داڑھی منڈانا چھوٹا گناہ ہے یا بڑا؟

جواب: جو داڑھی کی حرمت کا حکم جاننے کے بعد داڑھی منڈائے اور یہ کام اصرار کے ساتھ یعنی ایک سے زائد مرتبہ یا مسلسل کرے، تو یہ گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر غضب یا لعنت، یا دنیا میں کسی سزا یا آخرت میں کسی عذاب کی وعید سنائی گئی ہو، اور وہ کام شرک وکفر سے کمتر ہو۔

اور داڑھی چھوڑ دینے کے حکم پر دلائل گذر چکے ہیں، جو وجوب کے متقاضی ہیں، اور کسی چیز کا حکم اس کے ضد کی ممانعت ہوا کرتا ہے، ورنہ حکم کا تقاضہ مفقود ہو جائے گا، اور ممانعت حرمت پر دلالت کرتی ہے[۲]۔

---

(۱) فتاوی اللجنة الدائمة (5/165/3021)۔

(۲) فتاوی ورسائل سماحة الشیخ محمد بن إبراهیم بن عبد اللطیف آل الشیخ (2/54)۔

نویں فصل:

داڑھی اور مونچھ سے متعلق بعض مسائل

۱۔ داڑھی کا خضاب:

خضاب کا مفہوم:

علامہ ابن منظور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''الخِضابُ: مَا يُخْضَبُ بِهِ مِن حِنَّاءٍ، وكَتَمٍ وَنَحْوِهِ. وَفِي الصحاحِ: ... خَضَبَ الشيءَ يَخْضِبُه خَضْباً، وخَضَّبَه: غيَّر لوْنَه بحُمْرَةٍ، أَو صُفْرةٍ، أَو غيرِهما''[۱]۔

خضاب: کہتے ہیں اس چیز کو جس سے رنگا جائے، جیسے مہندی یا کتم (وسمہ، ایک پودا جس سے سیاہی مائل سرخ رنگ پیدا ہوتا ہے) وغیرہ۔ اور صحاح میں ہے: کسی چیز کو خضاب کیا، یعنی اس کے رنگ کو سرخی یا زردی وغیرہ سے تبدیل کیا۔

خضاب کا حکم:

خضاب کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نفی اور اثبات دونوں طرح کی صحیح احادیث مروی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) لسان العرب، لابن منظور (1 / 357)۔

نفی کی احادیث:

۱۔ عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا هَلْ خَضَبَ النَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَ: ''لاَ إِنَّمَا كَانَ شَيْءٌ فِي صُدْغَيْهِ''(۱)۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب استعمال فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ صرف آپ کی دونوں کنپٹیوں پر چند بال سفید تھے۔

۲۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: ''يُكْرَهُ أَنْ يَنْتِفَ الرَّجُلُ الشَّعْرَةَ الْبَيْضَاءَ مِنْ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ، قَالَ: وَلَمْ يَخْتَضِبْ رَسُولُ اللهِ ﷺ، إِنَّمَا كَانَ الْبَيَاضُ فِي عَنْفَقَتِهِ وَفِي الصُّدْغَيْنِ وَفِي الرَّأْسِ نَبْذٌ''(۲)۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سر اور داڑھی کے سفید بال اکھیڑنا مکروہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھوٹی داڑھی میں جو نیچے کے ہونٹ تلے ہوتی ہے، کچھ سفیدی تھی، اور کچھ کنپٹیوں پر اور سر میں کہیں کہیں سفید بال تھے۔

یہ اور اس معنی کی دیگر روایات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا ہے۔

اثبات کی احادیث:

۱۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ، قَالَ: ''أَرْسَلَنِي أَهْلِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ – وَقَبَضَ إِسْرَائِيلُ ثَلاَثَ أَصَابِعَ مِنْ قُصَّةٍ – فِيهِ شَعَرٌ مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ إِذَا أَصَابَ الإِنْسَانَ عَيْنٌ أَوْ

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (4/188، حدیث 3550)

(۲) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (4/1821، حدیث 2341)۔

شَيْءٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مِخْضَبَهُ، فَاطَّلَعْتُ فِي الجُلْجُلِ، فَرَأَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا''(۱)۔

عثمان بن عبداللہ بن موہب سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا ایک پیالہ لے کر بھیجا (راوی حدیث) اسرائیل راوی نے تین انگلیاں بند کرلیں یعنی وہ اتنی چھوٹی پیالی تھی اس پیالی میں بالوں کا ایک گچھا تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں سے کچھ بال تھے۔عثمان نے کہا جب کسی شخص کو نظر لگ جاتی یا اور کوئی بیماری ہوتی تو وہ اپنا برتن پانی کا بی بی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتا۔(وہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال ڈبو دیتیں) عثمان نے کہا کہ میں نلکی کو دیکھا (جس میں موئے مبارک رکھے ہوئے تھے) تو سرخ سرخ بال دکھائی دیئے۔

۲۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ، قَالَ: ''دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا شَعَرًا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ مَخْضُوبًا''(۲)۔

عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند بال نکال کر دکھائے جن پر خضاب لگا ہوا تھا۔

۳۔ نیز صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اس میں ہے:

'' عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ: أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ...وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ، ...وَأَمَّا الصُّفْرَةُ: فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ما یذکر فی الشیب (7/160، حدیث 5896)۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ما یذکر فی الشیب (7/160، حدیث 5897)۔

يَصْبُغُ بِهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا''[۱]۔

عبیداللہ بن جریج سے مروی ہے کہ انھوں نے عبداللہ بن عمر سے کہا:... میں نے دیکھا کہ آپ زرد رنگ استعمال کرتے ہیں ... زرد رنگ کی بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زرد سے رنگتے ہوئے دیکھا ہے۔تو میں بھی اسی رنگ سے رنگنا پسند کرتا ہوں۔

۴۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، ''أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ، وَيُصَفِّرُ لِحْيَتَهُ بِالْوَرْسِ، وَالزَّعْفَرَانِ''[۲]۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبتی جوتے پہنتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک کو ورس اور زعفران سے زرد کرتے تھے۔

احادیث اثبات ونفی میں تطبیق کی صورت:

اثبات ونفی کی احادیث میں اہل علم نے تطبیق کی تین شکلیں بتلائی ہیں:

۱۔ اثبات کی حدیثیں نفی کی حدیثوں پر مقدم ہیں، کیونکہ اثبات کرنے والوں کے پاس نفی کرنے والوں سے زیادہ علم ہے۔(امام احمد بن حنبل، ابن کثیر رحمہا اللہ)[۳]

۲۔ انس رضی اللہ عنہ کی نفی کا مفہوم یہ ہے کہ اتنے زیادہ بال سفید ہی نہ تھے کہ خضاب کی ضرورت پڑتی' اور خضاب کی حالت میں دیکھنے کا اتفاق بھی نہ ہوا، جبکہ اثبات کی حدیث اس بات پر محمول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان جواز کے لئے خضاب لگایا لیکن ہمیشگی نہیں برتی۔(حافظ ابن

---

(۱) صحیح البخاری(7/153،حدیث 5851)،وصحیح مسلم(2/844،حدیث 1187)۔

(۲) سنن أبی داود، کتاب الترجل، باب ما جاء فی خضاب الصفرة(4/86،حدیث 4210)،وسنن النسائی، کتاب الزینة، باب تصفیر اللحیة بالورس والزعفران(8/186، حدیث 5244)۔علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح ابوداود، وصحیح سنن النسائی، نیز دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ(2/894،حدیث 5010)۔

(۳) دیکھئے: الوقوف والترجل من مسائل الامام أحمد(ص:133/118)،والبدایة والنہایة(8/417)۔

حجر رحمہ اللہ)[۱]

۳۔ بالوں کی رنگت کی تبدیلی خضاب کی وجہ سے نہ تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکثرت خوشبو استعمال کرتے تھے، جس کی وجہ سے بال متاثر ہو گئے تھے اور سیاہی ماند پڑ گئی تھی' جسے خضاب سمجھ لیا گیا۔ (بعض علماء)[۲]

۴۔ اثبات کبھی کبھار پر محمول ہے' جسے اثبات کرنے والوں نے دیکھا اور بیان کیا ہے، جبکہ نفی اکثر اوقات اور غالب حالات پر محمول ہے۔ (امام ابن جریر طبری)[۳]

امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اسی تطبیق کو راجح اور طے قرار دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسا اوقات خضاب لگایا اور زیادہ تر اوقات میں نہیں لگایا ہے، اور ہر ایک نے اپنا اپنا مشاہدہ کیا[۴]۔

سفید بالوں کے اکھیڑنے کی ممانعت اور خضاب کا حکم:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَشِيبُ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ – قَالَ عَنْ سُفْيَانَ: ''إِلَّا كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ''، وَقَالَ فِي حَدِيثِ يَحْيَى – إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً''[۵]۔

عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت

---

(۱) دیکھئے: فتح الباری لابن حجر (6/572)۔

(۲) دیکھئے: شرح النووی علی مسلم (15/95)۔

(۳) دیکھئے: فتح الباری لابن حجر (10/354)۔

(۴) شرح النووی علی مسلم (15/95)۔

(۵) سنن أبي داود، (4/85، حدیث 4202)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (3/247، حدیث 1243)، وصحیح الجامع الصغیر وزیادتہ (2/1243)، وصحیح الترغیب والترہیب (2/234، حدیث 2096)۔

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سفید بالوں کو نہ اکھیڑو، جس مسلمان کے بال (بڑھاپے کے سبب) اسلام میں سفید ہو گئے، وہ قیامت کے روز اس کے لئے روشنی ہوں گے۔ اور یحییٰ کی حدیث میں ہے: اللہ اس کے عوض ایک نیکی لکھے گا، اور ایک گناہ مٹائے گا۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرتے ہوئے خضاب کا حکم دیا ہے، ارشاد ہے:

إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: ''إِنَّ اليَهُودَ، وَالنَّصَارَى لاَ يَصْبُغُونَ، فَخَالِفُوهُمْ''(۱)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود و نصاریٰ اپنے بالوں کو نہیں رنگتے، لہٰذا ان کی مخالفت کرو۔

یہود و نصاریٰ کی مخالفت اور کالے خضاب سے اجتناب کا حکم:

''عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : غَيِّرُوا الشَّيْبَ، وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ''(۲)۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سفید بالوں کو بدلو، اور یہودیوں کی مشابہت نہ اختیار کرو۔

---

(۱) صحیح البخاری (4/ 170، حدیث 3462)، وصحیح مسلم (3/ 1663، حدیث 2103)۔

(۲) سنن الترمذی ت شاکر (4/ 232، حدیث 1752)، وسنن النسائی (8/ 137، حدیث 5073)، ومسند أحمد (12/ 507، حدیث 7545)، اس روایت میں ''والنصاریٰ'' کا لفظ بھی موجود ہے۔ اسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (2/ 490، حدیث 836)، وصحیح الجامع الصغیر وزیادتہ (2/ 766، حدیث 4167)۔

البتہ افضل اور بہتر حنا اور کتم ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''إِنَّ أَحْسَنَ مَا غُيِّرَ بِهِ هَذَا الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ، وَالْكَتَمُ''(۱)۔

بالوں کی سفیدی کو بدلنے کے لئے سب سے بہتر چیز حنا (مہندی) اور کتم (وسمہ، ایک پودا جس سے سیاہی مائل سرخ رنگ پیدا ہوتا ہے) ہیں۔

کالے خضاب کی ممانعت اور وعید:

متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب کا حکم دیتے ہوئے کالے سے منع فرمایا ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: ''أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: غَيِّرُوا هَذَا بِشَيْءٍ، وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ''(۲)۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ ابو قحافہ کو فتح مکہ کے روز لایا گیا، ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ (ایک سفید پودا ہے جس کا پھول اور پھل دونوں سفید ہوتا ہے) کی مانند سفید تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے کسی چیز سے بدل لو البتہ سیاہی (کالے رنگ) سے اجتناب کرو۔

---

(۱) سنن أبی داود (4/ 85، حدیث 4205)، وسنن الترمذی ت شاکر (4/ 232، حدیث 1753)، وسنن النسائی (8/ 139، حدیث 5077_5082)، ومسند أحمد (35/ 236، حدیث 21307)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (4/ 14، حدیث 1509)، وصحیح الجامع الصغیر وزیادتہ (1/ 322، حدیث 1546)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب فی صبغ الشعر وتغییر الشیب (3/ 1663، حدیث 2102)، وسنن أبی داود (4/ 85، حدیث 4204)، وسنن النسائی (8/ 138، حدیث 5076)، ومسند أحمد ط الرسالۃ (20/ 81، حدیث 12635)، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (1/ 895، حدیث 496)۔

عن ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''يَكُونُ قَوْمٌ يَخْضِبُونَ فِي اخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ، كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ، لَا يَرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ''(۱)۔

آخری زمانہ میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو کبوتر کے سینہ کی مانند کالا خضاب لگائیں گے، ایسے لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گے۔

ان احادیث کی روشنی میں علمائے محققین نے کالے خضاب کو حرام قرار دیا ہے، اور یہی راجح اور صحیح ہے، اور بعض سلف سے جو کالے خضاب کا استعمال منقول ہے، وہ محل نظر ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہونے کے سبب نا قابل اعتناء ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فهذه الأحاديث من وقف عليها لا يتردد في القطع بحرمة الخضاب بالسواد على كل أحد''(۲)۔

جسے ان احادیث سے واقفیت ہوگی اسے ہر ایک کے لئے کالے خضاب کے قطعی حرام ہونے میں کوئی تردد نہ ہوگا۔

نیز مخالفین پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فلا قول لأحد مع رسول الله ﷺ وسنته أحق بالاتباع ولو خالفها من خالفها''(۳)۔

---

(۱) سنن أبي داود (4/ 87، حدیث 4212)، وسنن النسائی (8/ 138، حدیث 5075)، ومسند أحمد ط الرسالۃ (4/ 276، حدیث 2470)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ (2/ 1355، و8153)، وصحیح الترغیب والترہیب (2/ 234، حدیث 2097)۔

(۲) تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ (ص: 87)

(۳) تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ (ص: 77)، نیز دیکھئے: المجموع شرح المہذب (1/ 294)، والوقوف والترجل من مسائل الامام أحمد (ص: 138)، وتحفۃ الاحوذی (5/ 359)، نیز دیکھئے: مجموع فتاوی ابن باز (4/ 58) و(25/ 283)، ونور الہدی وظلمات الضلال، از داکٹر سعید بن وہف قحطانی، (ص 53)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے کسی کی بات کا کوئی اعتبار نہیں، آپ کی سنت سب سے زیادہ مستحق اتباع ہے، خواہ اس کی مخالفت کرنے والے کرتے رہیں۔

۲۔ داڑھی کے طبی فوائد:

یوں تو کتاب وسنت کے بعد کسی سائنسی یا طبی تجربہ کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی، البتہ من باب الفائدہ داڑھی کے چند طبی فوائد ذکر کئے جا رہے ہیں جیسا کہ اہل علم نے ذکر فرمایا ہے:

۱۔ ٹھوڑی اور رخساروں پر شیونگ کے آلات مثلاً بلیڈ اور استرے وغیرہ پھرانے سے نگاہ کو بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہے، مستقل یہ کام نگاہ کو حد درجہ کمزور کر دیتا ہے، جبکہ داڑھی والا شخص اس سے محفوظ رہتا ہے جیسا کہ ماہر اطباء کو اس کا علم ہے۔

۲۔ داڑھی تکلیف دہ جراثیم کو سینے گلے اور حلق تک پہنچنے اور سرایت کرنے سے روکتی ہے۔

۳۔ داڑھی مسوڑھوں کو طبعی عوارض اور موثرات سے روکتی ہے، اور اس کی حفاظت کا ضامن ہوتی ہے۔

۴۔ داڑھی کے بالوں میں جسم سے چکنے مواد خارج ہوتے ہیں جس سے جلد ملائم رہتی ہے اور اس میں تازگی اور رونق نظر آتی ہے، جبکہ داڑھی شیو کر دینے سے یہ سارے فوائد مفقود ہو جاتے ہیں، اور اس کی وجہ سے چہرہ خشک اور پژمردہ ہو جاتا ہے۔

۵۔ داڑھی اور مادہ منویہ کا گہرا داخلی ربط ہے، چنانچہ مردانگی داڑھی کی مرہون منت ہے، بعض اطباء کا کہنا ہے کہ اگر لوگ نسل در نسل داڑھیاں مونڈتے رہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ آٹھویں نسل میں مرد بغیر داڑھی کے پیدا ہوں گے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہیجڑے عموماً بغیر داڑھی کے ہوتے ہیں جبکہ ان کے بقیہ اعضاء مردانہ ہوتے ہیں [1]۔

(۱) دیکھئے: وجوب اعفاء اللحیۃ، از زکریا کاندھلوی، (ص 33، 34)، وحکم الدین فی اللحیۃ والتدخین، از علی حسن حلبی (ص 31)۔

===

مونچھ کاٹنے کے احکام:

جس طرح ریش کو باقی رکھنے اور بڑھانے کے سلسلہ میں پانچ الفاظ وارد ہیں اسی طرح مونچھوں کو کاٹنے اور پست کرنے کے سلسلہ میں بھی متعدد الفاظ وارد ہیں: جیسے :" إحفاء الشارب، جز الشارب، إنهاك الشارب، حف الشارب، الأخذ من الشارب، قص الشارب" جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مونچھوں کا کاٹنا اور پست کرنا واجب ہے[(۱)]۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ''مَنْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهِ فَلَيْسَ مِنَّا''[(۲)]۔

زید بن ارقم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی مونچھ میں سے نہ کاٹا وہ ہم میں سے نہیں۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَأَمَّا قَصُّ الشَّارِبِ فَفَرْضٌ''[(۳)]۔

مونچھ کا کاٹنا فرض ہے۔

=== فائدہ: احنف بن قیس بصری رحمہ اللہ کی سیرت میں آتا ہے کہ وہ بے داڑھی تھے، ان کے پاس ایک ہی بیضہ تھا۔ (دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ط الرسالۃ (4/ 87)، وتہذیب الکمال فی أسماء الرجال (2/ 286)، وتاریخ الاسلام تحقیق بشار عواد معروف (2/ 780)۔ واللہ اعلم

(۱) دیکھئے: زیر نظر رسالہ کا (ص 31-42)۔

(۲) سنن الترمذی ت شاکر (5/ 93، حدیث 2761)، ومسند أحمد (32/ 7، حدیث 19263)، و(32/ 26، حدیث 19273)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ (2/ 1113، حدیث 6533)۔

(۳) المحلی بالآثار (1/ 423، 424)۔

علامہ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إن إعفاء اللحية وقص الشارب أمر مفترض من الشارع ﷺ''(۱)۔

داڑھی بڑھانا اور مونچھ کاٹنا شارع علیہ السلام کی طرف سے فرض ہے۔

چونکہ ''حف'' کا لفظ کاٹنے پست کرنے اور جڑ سے نکال دینے میں محتمل ہے،(۲) اس لئے اہل علم میں یہ اختلاف ہے کہ آیا اسے کاٹنے کا حکم ہے یا جڑ سے نکال دینے کا؟ لیکن دیگر روایات جن میں ''قص'' (کاٹنے) اور ''أخذ'' (لینے) کے الفاظ وارد ہیں' ان سے اُس کی وضاحت ہوتی ہے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے اس کی بخوبی عملی تطبیق اور وضاحت ہوتی ہے، چنانچہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''أن رجلاً أتى النبي ﷺ طويل الشارب، فدعا النبي ﷺ بسواك، ثم دعا بشفرة، فقص شارب الرجل على سواك''(۳)۔

ایک لمبی مونچھ والا آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسواک منگوائی اور چھری (بلیڈ) منگوایا اور اس آدمی کی مونچھ کو اس مسواک پر رکھ کر کاٹ دیا۔

اسی طرح مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں:

''وَكَانَ شَارِبِي وَفَى فَقَصَّهُ لِي عَلَى سِوَاكٍ. أَوْ قَالَ: أَقُصُّهُ لَكَ عَلَى سِوَاكٍ''(۴)۔

میری مونچھ بڑھ گئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مسواک پر رکھ کر کاٹ دیا۔ یا کہا کہ میں مسواک پر رکھ کر کاٹ دوں گا۔

---

(۱) مجموع فتاوی ابن باز (3/366)، و(5/290)۔

(۲) دیکھئے: فتح الباری 10/348)۔

(۳) دیکھئے: صحیح ابوداود (حدیث 182)، نیز دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (9/53)۔

(۴) سنن أبوداود (1/48، حدیث 188)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی عمل رہا ہے[١]۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل مونچھوں کو کاٹنا تھا نہ کہ جڑ سے نکال دینا، جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہے، اور ایک حدیث دوسری حدیث کی وضاحت کرتی ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ مونچھ کا جڑ سے ختم کر دینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے ثابت نہیں ہے، بلکہ ''اِحفاء'' کے معنیٰ ہونٹ کے کنارے پر آنے والے بالوں کو کاٹنا ہے' نہ کہ پوری مونچھ کو ختم کر دینا، یہی قولی حدیث ''اُحفوا'' کی عملی تطبیق ہے، نیز جڑ سے ختم کر دینا ''من لم یاخذ من شاربہ'' (مونچھ سے لینا) کے بھی خلاف ہے[٢]۔

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''الأفضل قص الشارب كما جاءت به السنة...وأما حلقه فليس من السنة''[٣]۔

افضل مونچھوں کو کاٹنا ہے جیسا کہ سنت میں آیا ہے... چھیلنا سنت نہیں ہے۔

اسی لئے جب امام اشہب نے امام مالک رحمہ اللہ سے مونچھ کو جڑ سے نکالنے والے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

''أَرَى أَنْ يُوجَعَ ضَرْبًا وَقَالَ لِمَنْ يَحْلِقُ شَارِبَهُ هَذِهِ بِدْعَةٌ ظَهرت فِي النَّاس''[٤]۔

میری رائے یہ ہے کہ اس کی پٹائی کی جائے، اور منڈانے والے کے بارے فرمایا: یہ ایک بدعت ہے جو لوگوں میں ظاہر ہوگئی ہے[٥]۔

---

(١) دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (9/53)۔

(٢) دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (11/798، بتصرف)۔

(٣) مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (11/128)۔

(٤) التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید (21/64)۔

(٥) فتح الباری لابن حجر (10/347)۔

دسویں فصل:

داڑھی سے متعلق چند ضعیف اور موضوع روایات

ضعاف وموضوعات کی کتابوں میں داڑھی سے متعلق بکثرت ضعیف اور موضوع روایات موجود ہیں، جنہیں عوام کے علاوہ بسا اوقات بعض خطباء بھی اپنی گفتگو کا حصہ بنا لیتے ہیں، تنبیہی فائدہ کی خاطر اس قسم کی چند روایات حسب ذیل ہیں:

١۔ ''طول اللحية دليل قلة العقل''۔

لمبی داڑھی کم عقلی کی دلیل ہے۔

یہ روایت موضوع اور بے اصل ہے(١)۔

٢۔ ''لا يأخذ الرجل من طول لحيته، ولكن من الصدغين''۔

آدمی اپنی داڑھی کی لمبائی سے نہ کاٹے، البتہ کنپٹیوں سے۔

یہ روایت حد درجہ ضعیف بلکہ موضوع ہے(٢)۔

٣۔ '' أهل الجنة جرد إلا موسى بن عمران، فإن له لحية إلى سرته''۔

---

(١) کشف الخفاء للعجلونی (1677/53/2)، والجد الحثیث فی بیان ما لیس بحدیث (ص:134/253، والنخبۃ البہیۃ فی الاحادیث المکذوبۃ علی خیر البریۃ (ص:78/181)۔

(٢) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (8/ 456/ 3990، و11 / 782/ 5453)، وذخیرۃ الحفاظ (5/ 2689/ 6260)، والموضوعات لابن الجوزی (3 / 52)، وتنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ (2/ 274/27)۔

اہل جنت بے ریش ہوں گے سوائے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے کہ ان کو ناف تک لمبی داڑھی ہوگی۔

یہ روایت باطل ہے(۱)۔

۴۔ ''لا يغرنك طول اللحى، فإن التيس له لحية''۔

لمبی داڑھیوں سے دھوکہ نہ کھانا، کیونکہ داڑھی تو سانڈ کو بھی ہوتی ہے۔

یہ روایت بے اصل ہے(۲)۔

۵۔ ''كَانَ إِذَا اغْتَمَّ أَخَذَ لِحْيَتَهُ بِيَدِهِ يَنْظُرُ فِيهَا''(۳)۔

آپ ﷺ کو جب غم ہوتا تو اپنی داڑھی کو ہاتھ سے پکڑ کر اسے دیکھتے۔

۶۔ '' اخضبوا لحاكم، فإن الملائكة تستبشر بخضاب المؤمن''۔

اپنی داڑھیوں میں خضاب لگاؤ، کیونکہ فرشتے مومن کے خضاب سے خوش ہوتے ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے(۴)۔

۷۔ ''الصفرة خضاب المؤمن، والحمرة خضاب المسلم، والسواد خضاب الكافر''۔

---

(۱) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (2/ 142/ 704)، والضعفاء الکبیر للعقیلی (2/ 197/ 721)، وکشف الخفاء للعجلونی (1/ 234)، وتذکرۃ الحفاظ لابن القیسرانی (ص:408/ 1058)، والموضوعات لابن الجوزی (3/ 258)، وتذکرۃ الموضوعات للفتنی (ص:109)۔

(۲) کشف الخفاء (2/ 47) دیکھئے: نمبر 1677)۔

(۳) کشف الخفاء (2/ 245/ 2299)، وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ (ص:631/ 4347)۔

(۴) کشف الخفاء (1/ 75/ 152)، وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (5/ 127/ 2109)، وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ (ص:35/ 239)۔

زردی مومن کا خضاب ہے، سرخی مسلم کا خضاب ہے اور سیاہی کافر کا۔

یہ روایت موضوع ہے (۱)۔

۸۔ ''إن أحْسَنَ مَا اخْتضَبْتُمْ بِهِ هَذَا السَّوادُ أرْغَبُ لِنسائِكُمْ فِيكُمْ وأهْيَبُ لكُمْ فِي صِدُورِ عدوكم''۔

تمہارا سب سے اچھا خضاب یہ سیاہی ہے، جو تمہاری بیویوں کے لئے تم میں زیادہ خواہش کا باعث اور تمہارے دشمنوں کے سینوں زیادہ خوف وہیبت کا سبب ہے۔

یہ روایت ضعیف اور منکر ہے (۲)۔

۹۔ ''مَنْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ، سَوَّدَ اللهُ وَجْهَهُ يَوْمَ القِيَامَةِ''۔

جو سیاہ خضاب لگائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ کردے گا۔

یہ روایت موضوع ہے (۳)۔

۱۰۔ ''اختضبوا؛ فإنه يزيد في جمالكم وشبابكم ونكاحكم''۔

خضاب لگاؤ، کیونکہ اس سے تمہارے حسن، جوانی اور نکاح (شہوت) میں اضافہ ہوگا۔

یہ روایت موضوع ہے (۴)۔

۱۱۔ ''من غيّر الْبيَاض سوادا لم ينظر الله إِلَيْهِ يَوْم الْقِيَامَة''۔

---

(۱) سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة (8/ 270/3799)،وضعيف الجامع الصغير وزيادته (ص: 519/3553)،وتمام المنة فی التعليق علی فقه السنة (ص:87)۔

(۲) سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة (6/ 543/2972) ،وضعيف الجامع الصغير وزيادته (ص: 198/ 1375)،وتمام المنة فی التعليق علی فقه السنة (ص:87)۔

(۳) علل الحديث لابن أبي حاتم (6/157)،وضعيف الجامع الصغير وزيادته (ص:803/5573)۔

(۴) سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة (5/91/2072)،وضعيف الجامع الصغير وزيادته (ص:33/228)۔

جو سفیدی کو سیاہی سے بدلے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نگاہ نہ فرمائے گا۔
یہ روایت نہایت ضعیف ہے[۱]۔

۱۲۔ ''من شاب شيبة في سبيل الله؛ تباعدت منه جهنم مسيرة خمسمائة عام''۔

اللہ کی راہ میں جس کے بال سفید ہو جائیں گے؛ جہنم اس سے پانچ سو سال کی مسافت تک دور ہو جائے گی۔
یہ روایت نہایت ضعیف ہے[۲]۔

۱۳۔ ''مَنْ سَرَّحَ رَأْسَهُ وَلِحْيَتَهُ بِالْمِشْطِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ عُوفِيَ مِنْ أَنْوَاعِ الْبَلاءِ وَزِيدَ فِي عُمْرِهِ''۔

جو شخص ہر رات اپنے بال اور داڑھی میں کنگھی کرے گا' اسے تمام قسم کی بلاؤں سے عافیت ملے گی اور اس کی عمر میں اضافہ ہوگا۔
یہ روایت موضوع ہے[۳]۔

۱۴۔ ''يقول الله تبارك وتعالى: إني لأستحيي من عبدي وأمتي يشيبان في الإسلام، فتشيب لحية عبدي ورأس أمتي في الإسلام، [ثم] أعذبهما في النار بعد ذلك''۔

---

(۱) ذخیرۃ الحفاظ (4/2343/443)، والکامل فی ضعفاء الرجال (7/251)۔

(۲) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (5/374/2354)، وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ (ص: 813/5640)۔

(۳) الموضوعات لابن الجوزی (3/53)، وتذکرۃ الموضوعات للفتنی (ص:160)، وتنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ (2/274/28)، واللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ (2/227)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مجھے اپنے بندے اور اپنی امت سے حیا آتی ہے جن کے بال اسلام میں سفید ہوتے ہیں، چنانچہ میرے بندے کی داڑھی اور میری امت کے بال اسلام میں سفید ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد مجھے انہیں جہنم میں عذاب دینا پڑتا ہے۔

یہ روایت نہایت ضعیف ہے[(۱)]۔

۱۵۔ ''قصوا الشارب وأعفوا اللحى، ولا تمشوا في الأسواق إلا وعليكم الأزر؛ إنه ليس منا من عمل سنة غيرنا''۔

مونچھیں کٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ، اور تہبند زیب تن کئے بغیر بازاروں میں نہ چلو؛ جو غیروں کی راہ اپنائے وہ ہم سے نہیں۔

یہ روایت ضعیف ہے[(۲)]۔

۱۶۔ ''وفروا اللحى، وخذوا من الشوارب، وانتفوا الارباط، واحذروا الفلقتين''۔

داڑھیاں بڑاؤ اور مونچھیں کٹاؤ، بغل کے بال اکھیڑو، اور مونچھوں کے کناروں سے بچو۔

یہ روایت نہایت ضعیف ہے[(۳)]۔

۱۷۔ '' عليكم بالحناء فإنه ينور وجوهكم، ويطهر قلوبكم، ويزيد في الجماع''۔

حنا (مہندی) کا استعمال کرو، کیونکہ وہ تمہارے چہروں کو روشن کرے گی، تمہارے دلوں کو

---

(۱) کشف الخفاء (1/277/742)، وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (12/804/5883)، والکامل فی ضعفاء الرجال (2/20/189)، والموضوعات لابن الجوزی (1/178)۔

(۲) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (9/55/4057)، وضعیف الجامع الصغیر (ص:231/1599)۔

(۳) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (10/295/4749)۔

پاک کرے گی اور جماع میں اضافہ کرے گی۔

یہ روایت موضوع ہے[۱]۔

۱۸۔ ''عليكم بسيد الخضاب الحناء؛ يطيب البشرة ويزيد في الجماع''۔

یہ روایت موضوع ہے[۲]۔

خضاب کے سردار 'مہندی' کا استعمال کرو؛ اس سے جلد پاکیزہ ہوگی اور جماع کی قوت بڑھے گی۔

۱۹۔ ''عليكم بالحناء فإنه ينور رءوسكم وَيُطَهِّرُ قُلُوبَكُمْ وَيَزِيدُ فِي الْجِمَاعِ وَهُوَ شَاهِدٌ في القبر''۔

مہندی کا استعمال کرو؛ کیونکہ وہ تمہارے بالوں کو چمکائے گی، دلوں کو پاک کرے گی، جماع میں اضافہ کرے گی اور قبر میں گواہ ہوگی۔

یہ روایت موضوع ہے[۳]۔

۲۰۔ ''أخذت من لحية النبي ﷺ شيئا فقال:" لا يصيبك السوء أبا العرب''۔

میں نے نبی کریم ﷺ کی داڑھی سے کچھ کاٹا تو آپ نے فرمایا: ابوالعرب! تمہیں کوئی

(۱) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (3/662/1469)۔

(۲) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (8/ 397/3926)، وضعیف الجامع الصغیروزیاداتہ (ص: 553/3785)۔

(۳) کشف الخفاء (2/410/2903)، والعلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ (2/201/1149)، وضعیف الجامع الصغیروزیادتہ (ص:550/3760)۔

تکلیف نہ پہنچے۔

یہ روایت موضوع ہے (۱)۔

۲۱۔ ’’خذوا من عرض لحاكم وأعفوا طولها‘‘۔

اپنی داڑھیوں کی چوڑائی سے کاٹو اور لمبائی چھوڑ دو۔

یہ روایت ضعیف ہے (۲)۔

۲۲۔ ’’من سرح لحيته حين يصبح كان له أمانًا حتى يمسي؛ لأن اللحية زين للرجال وجمال للوجه‘‘۔

جو شخص صبح کے وقت کنگھی کرے گا شام تک اس کے لئے باعث امان ہوگا؛ کیونکہ داڑھی مردوں کی زینت اور چہرہ کا حسن ہے۔

یہ روایت موضوع ہے (۳)۔

۲۳۔ ’’من سعادة المرء خفة لحيته‘‘۔

آدمی کی نیک بختی ہے کہ اس کی داڑھی ہلکی ہو۔

یہ روایت موضوع ہے (۴)۔

۲۴۔ ’’إن يمين ملائكة السماء: والذي زيَّن الرجال باللحى، والنساء بالذوائب‘‘۔

---

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال (9/ 25)، وعلل الحدیث لابن أبی حاتم (6/ 281/ 2527)، والعلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ (2/ 241/ 1212)، وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (1/ 214/ 96)۔

(۲) ضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ (ص:415/ 2822)۔

(۳) کشف الخفاء (2/ 315/ 2539)۔

(۴) الموضوعات لابن الجوزی (1/ 166)، وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (1/ 346/ 193)۔

آسمان کے فرشتوں کی قسم یہ ہے: قسم اس ذات کی! جس نے مردوں کو داڑھی اور عورتوں کو زلفوں سے زینت بخشی۔

یہ روایت نہایت منکر اور موضوع ہے[۱]۔

۲۵۔ ''اختضبوا، وافرقوا، وخالفوا الیھود''۔

خضاب لگاؤ، مانگ نکالو اور یہودیوں کی مخالفت کرو۔

یہ روایت موضوع ہے[۲]۔

(۱) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (12/420/5680)، نیز دیکھئے: (13/53)، نیز دیکھئے: (13/52/6025)۔

(۲) دیکھئے: الکامل فی ضعفاء الرجال (2/467)، ومیزان الاعتدال (1/439)، وذخیرۃ الحفاظ (1/252/139)، وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (5/134/2113)، وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ (ص: 33/229)۔

مولانا عبدالواحد انورؔ یوسفی

داڑھی سنت نہیں، فریضہ ہے

داڑھی اسلام کا فریضہ ہے
بہر مومن شعار و حلیہ ہے
مرد کی شان بان ہے داڑھی
یہ بھی مردانگی کا حصہ ہے
سارے نبیوں نے قدر کی اس کی
اس کو محبوب سب نے رکھا ہے
سارے اصحاب و تابعین ، سلف
سب نے داڑھی کو ''معاف'' سمجھا ہے
ترشوانا ، کٹانا امر زبوں
صرف ''دانشوری'' کا دھوکہ ہے
یہ ہے تخلیق رب میں تبدیلی
کیونکہ ابلیس کا یہ وعدہ ہے
مشت بھر داڑھیوں کے رکھنے کا
گو صحابہ میں ذکر ملتا ہے
پھر بھی ہر امتی ذرا سوچے
اسوۂ مصطفےٰ نمونہ ہے
مونچھیں کاٹو ، بڑھاؤ تم داڑھی
قول یہ پیارے مصطفےٰ کا ہے
جب ہے قول و عمل سے یہ ثابت
تجھ کو پھر کاٹنے کا حق کیا ہے؟
اور داڑھی منڈانا کارِ فسق
دیکھ عورت کی طرح چہرہ ہے
تیری غیرت بھی مر گئی افسوس
رقم دے کر کے داڑھی مونڈا ہے
یہ تشبہ ہے غیر قوموں کی
فاسق افرنگیوں کا ورثہ ہے
ہے محبت تجھے جو مذہب سے
سمع و طاعت کا کچھ جو جذبہ ہے
جان کر فرض رکھ لے تو داڑھی
تو نے سنت سمجھ کے چھوڑا ہے
سمجھے جو بھی حقیر سنت کو
وہ مسلماں کہاں، عجوبہ ہے

کاش! انور یہ بات سمجھیں سب
داڑھی سنت نہیں فریضہ ہے